ملک نیپال میں سواد اعظم مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان

October to December
2017

سہ ماہی سُنّی پیغام نیپال

سہ ماہی سنی پیغام کیسے کیسے اور کیوں؟

تعزیہ داری: کچھ ضروری باتیں

ربیع النور شریف: خوشیاں اور احتیاطیں

بیوی کا انتخاب احادیث کی روشنی میں

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیر سرپرستی: مفتی اعظم نیپال فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی مدظلہ العالی

زیر نگرانی: قاضی القضاۃ فقیہ النفس حضرت مفتی محمد عثمان رضوی مدظلہ العالی

ملک نیپال میں سواد اعظم مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان

سہ ماہی سُنّی پیغام نیپال

محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

جلد ۱ — شمارہ ۱

October to December 2017

تفصیلات ممبرشپ

قیمت فی شمارہ 50

سالانہ 200

ہندوستان، پاکستان

سری لنکا، بنگلہ دیش سالانہ

200

دیگر ممالک سالانہ

20 امریکی ڈالر

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

سہ ماہی **سنی پیغام**

نزد جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر،

جنک پور دھام، نیپال

THE SUNNI PAIGHAM

Nizd Jamia Hanafia Barkatia,

Janki Nagar, Janakpur Dham,Nepal

sunnipaigham@gmail.com

"آل نیپال سنی جمعیۃ العلما" اور "فخر ملت فاؤنڈیشن" نے اس رسالے کی طباعت کرواکر دفتر "سہ ماہی سنی پیغام" سے شائع کیا۔

نوٹ: مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ سہ ماہی "سنی پیغام" کا اتفاق ضروری نہیں لیکن مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی مضمون قابل قبول نہیں اگر کبھی عدم توجہی کی وجہ سے شائع ہوجائے تو اسے کالعدم سمجھا جائے۔

مشـــــمـــــولات

اداریہ

سہ ماہی ”سنی پیغام“ کیسے کیسے اور کیوں؟

محمد عطاءالنبی حسینی مصباحی

دلوں میں آرزوئیں مچلتی رہتی ہیں، ذہن و دماغ میں تمنائیں انگڑائیاں لیتی رہتی ہیں، فکر و نظر میں خواہشات جنم لیتے رہتے ہیں احساسات و خیالات میں ارمان پیدا ہوتے رہتے ہیں اور یہ کوئی اہم بات بھی نہیں ہے کیوں کہ آرزوئیں مچلتی تو ہیں مگر کبھی مرغ بسمل کی طرح تڑپ تڑپ کربے جان ہو جاتی ہیں، تمنائیں انگڑائیاں لیتی تو ہیں مگر کبھی انگڑائیاں لیتے لیتے خواب کے آغوش میں پناہ لے لیتی ہیں، خواہشات جنم لیتے تو ہیں مگر کبھی اپنی ابتدائی لمحات میں ہی دم توڑ دیتی ہیں اور ارمان پیدا ہوتے تو ہیں مگر کبھی اپنا شباب دیکھنا بھی میسر نہیں ہوتا۔ ہاں! اگر اہم ہے تو ان مچلتی آرزوؤں کو زندگی بخشنا، اہم ہے تو ان انگڑائیاں لیتی تمناؤں کو قوت و توانائی عطا کرنا، اہم ہے تو جنم لینے والے خواہشات کو پایہ تکمیل تک پہنچانا، اہم ہے تو پیدا ہوتے ارمان کو شباب سے لبریز رکھنے والی غذائیں فراہم کرنا۔

ایسا ہی کچھ تقریباً آٹھ نو سال قبل ہوا جب چند ارباب فکر و نظر اور اصحاب قرطاس و قلم ہمارے رفقائے گرامی کو نیک آرزوؤں اور تمناؤں نے عموماً ملک نیپال اور خصوصاً ضلع دھنوشہ اور مہوتری میں میدان صحافت میں پیش قدمی کرنے کی طرف مہمیز کیا اور حضرات رفقائے گرامی نے پیش قدمی کرتے ہوئے اس تعلق سے میٹنگ کی، باہمی اتفاق سے ایڈیٹر و نائب ایڈیٹر کا انتخاب ہوا، اراکین مجلس ادارت بھی چن لیے گئے لیکن نہ جانے ہماری ان آرزوؤں کو کس کی نظر لگ گئی، وسائل کی آتش نے ہمارے تمناؤں کے محل کو خاکستر کر دیا یا کسی اور آزمائش نے ہمارے ارمانوں کا گلا گھونٹ دیا؟ میرے پاس اس کا صرف اور صرف ایک جواب ہے اور وہ ہے۔

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

خیر! جو ہونا تھا سو ہو چکا تھا اور آئندہ جو ہونا ہے اس کا انتظار ہے۔ اس درمیان حیات زاہد ملت کی تصنیف و تالیف کی سعادت نصیب ہوئی، دوران تصنیف محب گرامی مولانا علاء الدین امن رضوی صاحب قبلہ سے رابطہ ہوا اور وقتاً فوقتاً ان کی طرف سے اصرار ہوتا رہا کہ ترائی نیپال سے کوئی معیاری ماہ نامہ یا دو ماہی یا سہ ماہی کا اجرا از حد ضروری ہے جو دین اسلام کی دعوت و تبلیغ، مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت، عقائد کی اصلاح، معمولات کی درستگی، معاشرہ میں پھیلی برائیوں کے سد باب کا فریضہ انجام دے۔ پھر ۲۰۱۶ء میں نیپال سے دوحہ قطر معاش کے لیے تشریف لے جانے والے ہمدردان قوم و ملت علمائے کرام نے امین شریعت، مفتی اعظم نیپال، فخر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ”فخر ملت فاؤنڈیشن“ قائم فرمایا اور پھر ان کے اراکین خصوصاً شہزادہ فخر نیپال مولانا فضل یزدانی، مولانا رحمت علی رضوی اور مولانا مستقیم، مولانا محبوب رضا قادری، مولانا احمد حسین شمسی صاحبان سے بھی رابطہ ہوا، ان حضرات کی طرف سے بھی رسالہ کے اجرا کا پیہم تقاضا ہوتا رہا اور یوں دیکھتے دیکھتے تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر گیا لیکن کوئی عملی پیش قدمی نہ ہو سکی۔

ہاں! ۱۴۳۸ھ کے رمضان المبارک کی آمد آمد تھی تعطیل کلاں میں گھر پر تھے کہ اچانک ایک دن امین شریعت فخر نیپال صاحب قبلہ کا کال آیا، اسکرین دیکھا تو دل نے صدا لگائی کہ واہ رے تیرے نصیبے کی خوش بختی کہ حضور فخر نیپال صاحب قبلہ نے بذات خود کال فرمایا، کال ریسیو کیا تو فخر نیپال نے فرمایا کہ ”آپ (محمد عطاءالنبی حسینی) اور مولانا اظہار النبی حسینی (استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) دونوں جامعہ حنفیہ برکاتیہ تشریف لائیں، ملاقات بھی ہو جائے گی اور کچھ باتیں بھی“۔ ساتھ ہی قاضی القضاۃ مفتی محمد عثمان رضوی صاحب، مجاہد سنیت مناظر اہل سنت مفتی محبوب رضا قادری بھیونڈی صاحب اور مولانا عبد الرحیم (ثمر مصباحی) صاحب بھی ہوں گے۔ حضرت کا حکم تھا انکار کی کوئی صورت نہیں تھی لہٰذا ہم دونوں بھائی جامعہ حنفیہ برکاتیہ حاضر ہوئے، الحمد للہ حضور فخر نیپال اور حضور قاضی القضاۃ کی زیارت اور دست بوسی سے

شرف یاب ہوئے اور دیگر احباب سے ملاقات و مصافحہ ہوا۔ پھر گفتگو کا آغاز ہوا۔ موضوع تھا نیپال دار الحرب یا دار الاسلام یا کچھ اور؟ نیز نیپال میں نماز جمعہ و عیدین کا حکم؟

ماشاء اللہ! مجلس پاکاں و بزرگاں میں قربانی اوقات کا فائدہ خوب ملا، نیپال کی تاریخ کے حوالے سے کچھ نئی باتیں معلوم ہوئیں اور نیپال میں جمعہ و عیدین کے تعلق سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ خدا بھلا کرے مناظر اہل سنت فخر بھیونڈی مفتی محبوب رضا قادری مصباحی صاحب قبلہ کا کہ اسی اثنا میں انہوں نے رسالہ کے بارے میں بھی گفتگو کا آغاز فرما دیا پھر کیا تھا ہمارے اکابرین نے مختصر جرح و قدح کے بعد مسکراتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی اور اس طرح رسالہ کے اجرا کے لیے عملی پیش قدمی ہوئی پھر رسالہ کے نام، اراکین مجلس مشاورت اور اراکین مجلس ادارت اور ایڈیٹر و نائب ایڈیٹر کا انتخاب عمل میں آیا۔

ظاہر ہے کہ کوئی کام تنہا کیا جا سکتا ہے لیکن اگر وہی کام ٹیم ورک کے ساتھ ہو، اجتماعیت کے ساتھ ہو، آپسی مشاورت کے ساتھ ہو، اتحاد و اتفاق کے ساتھ ہو تو کام بھی ہو جاتا ہے اور آسانیاں بھی ہوتی ہیں اور مشکلات کا امکان کم سے کم تر ہو جاتا ہے۔ اس نیت کے پیش نظر سہ ماہی ''سنی پیغام'' کی بشارت سنانے، اس کے اجرا کے مثبت و منفی پہلو پر اپنی آرا پیش کرنے اور بعد اجرا اس کی بقا و استحکام کی راہیں ہموار کرنے کے لیے علاقہ کے تقریباً پچیس سے تیس علمائے اہل سنت کو جامعہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور میں حاضری کی زحمت دی گئی۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ فون پر جن جن علمائے اہل سنت کو دعوت دی گئی سب نے خوشی کا اظہار فرمایا، حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا۔ لیکن میٹنگ میں تمامی حضرات کی شرکت نہ ہو سکی بلکہ بعض کی تبلیغی دوروں اور بعض کی اپنے گھریلو مصروفیات کے سبب شرکت نہ سکی البتہ جن جن حضرات کی شرکت ہوئی سبھوں نے یہ کہتے ہوئے خوشی کا اظہار فرمایا کہ ''یہ کام بہت پہلے ہی ہو جانا چاہیے تھا'' اور کام کے آغاز کا حکم فرمایا ساتھ ہی نیک اور مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ اے کاش! مدعوین میں سے تمام کی شرکت ہوتی تو شاید مزید نیک اور اہم مشوروں سے ہم مستفید ہوتے۔ نیز یہ بھی طے پایا کہ **''آل نیپال سنی جمعیۃ العلماء''** کے زیر سایہ **''فخر ملت فاؤنڈیشن''** کے زیر اہتمام و انتظام اس رسالے کی اشاعت و طباعت کا نیک فریضہ انجام پائے گا۔

جب کسی کام کا آغاز کیا جاتا ہے تو فطری طور پر ہر شخص کو یہ جاننے کی خواہش ہوتی ہے کہ یہ کام کس منصوبے کے تحت منصہ شہود پر آیا ہے۔ یقیناً ''سہ ماہی سنی پیغام'' کے تعلق سے بھی اہل نیپال کو جستجو ہوگی کہ آخر اس کا مقصد کیا ہے؟ تو یہ واضح رہے کہ یہ ایک مذہبی رسالہ ہے اس لیے اس کا مقصد مذہب اسلام کا فروغ، احکامات و تعلیمات اسلام کی تبلیغ و ترسیل، مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت، اصلاح معاشرہ، اصلاح عقائد و اعمال اور ملک نیپال کو گمراہی کے دلدل میں دھکیلنے، عقائد باطلہ رذیلہ شنیعہ کو پھیلانے اور معمولات اہل سنت پر حملہ کرنے والے دیابنہ و وہابیہ کی تردید و ابطال کے ساتھ ساتھ نیپال کے نسل نو میں تحریری بیداری پیدا کرنا ہے۔

ہاں! یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ ''کیبینیٹ میٹنگ'' میں بحیثیت ایڈیٹر راقم کے نام کے انتخاب کے بعد حضور فخر نیپال صاحب قبلہ اور حضور قاضی نیپال صاحب قبلہ نے جب یہ حکم فرمایا کہ پہلا شمارہ سال نو کے ماہ محرم میں آ جانا چاہیے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ شروعات تو سہ ماہی سے کی جا رہی ہے لیکن اسے بام عروج تک پہنچاتے ہوئے ماہانہ کی شکل دینا آپ کی اور آپ کی ٹیم کی ذمہ داری ہے۔ یہ سن کر ابتداءً تو مجھے فکر لاحق ہوئی کیوں کہ اپنی کم علمی اور کم مائگی کا احساس پہلے ہی سے تھا ساتھ میں ناتجربہ کاری کا بھی خوف سوار ہو گیا لیکن پھر توفیق الٰہی اور مذکورہ بزرگوں کی زبان فیض ترجمان سے صادر حکم پر امید و اعتماد نے حوصلہ بخشا اور دونوں بزرگوں کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانان نیپال کے لیے سال نو کے تحفہ کے طور پر ''سنی پیغام'' کا پہلا شمارہ منظر عام پر آیا۔

سہ ماہی سنی پیغام کا یہ نقش اول ہے، انتخاب مضامین، ترتیب مضامین سے لے کر کمپوزنگ اور طباعت و اشاعت کے مرحلے سے گزار کر اس نقش اول کو پیش کرنے میں ہماری ٹیم کس قدر کامیاب ہے، یہ رسالہ کتنا بہتر ہے اور بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہمیں کیا کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے، کیا کمی ہے اور کیا اضافہ کرنا چاہیے؟ اس تعلق سے ہمیں امید ہے کہ ہمارے اکابرین، علمائے اہل سنت، اساتذہ کرام، ارباب علم و دانش، اصحاب فکر و نظر، احباب قلم و قرطاس اور صاحبان فضل و کمال تنقید برائے اصلاح اور مفید مشوروں پر مشتمل اپنے گراں قدر تاثرات و تبصروں سے نوازیں گے۔ ☆☆☆

پیغام قرآن

بسم اللہ کی تفسیر

از: مفتی محمد اسرائیل رضوی

ملک نیپال سے نکلنے والا سہ ماہی سنی پیغام کا یہ پہلا شمارہ ہے۔ ہمارے نوجوان علمائے کرام نے اس رسالہ میں ”پیغامِ قرآن“ کے تعلق سے چند صفحات پر مشتمل مستقل تحریر پیش کرنے کی ذمہ داری مجھ بے بضاعت اور کم علم کے سر رکھ دی۔ اپنے ان علمائے کرام کی دلجوئی کی خاطر اپنی کم مائگی کے باوجود توکلا علی اللہ جل جلالہ وعم نوالہ میں نے اس ذمہ داری کو قبول کر لیا۔

فقیر نے مضمون کا آغاز بسم اللہ شریف سے کرنے کا ارادہ بنایا چند وجوہات کے پیش نظر:

اولاً: چوں کہ اس رسالہ کا یہ پہلا شمارہ ہے اس لیے میری جانب سے پہلا مضمون بسم اللہ شریف سے ہی ہو۔

ثانیاً: حدیث شریف میں ہے جو مہتم بالشان کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص ہے۔

ثالثاً: قرآن پاک کی پہلی سورہ فاتحہ کے اول بسم اللہ مرقوم ہے۔

رابعاً: کسی کام کا آغاز بسم اللہ سے کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ [(مفتی) محمد اسرائیل رضوی]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا (کنز الایمان)

قرآن کریم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام ہے جس کو اس نے اپنے محبوب نبی آخر الزماں ﷺ پر نازل فرمایا جو ہر انسان کے لیے مکمل لائحہ عمل اور دستورِ حیات ہے۔ جس کی تلاوت کرنا عبادت ہے، اس کا دیکھنا، سننا اور اس کے مفاہیم و مطالب سمجھنا اور اس پر غور کرنا یہ سب عبادت ہے اور اس پر عمل کرنا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس کی تلاوت کرنے کا طریقہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے بتایا اور سکھایا۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: ” فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ “ توجب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے۔ معلوم ہوا تلاوت قرآن کے وقت تعوّذ کا پڑھنا حکم الٰہی ہے۔

سوال: تلاوت قرآن کے وقت اولاً اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم کیوں ہے؟

جواب: تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم اس لیے ہے کہ یہ اندرونی پلیدی کو دور کرتا ہے اور زبان کو قرآن پاک کی تلاوت کے قابل بناتا ہے۔ جس طرح نماز سے قبل وضو ضروری ہے نیز اس کے ذریعہ بارگاہ رب العلیٰ میں حاضری کی اجازت طلب کرنا ہے۔ نیز اعوذ باللہ کے ذریعہ ماسوی اللہ سے علیحدگی اختیار کرنا ہے۔ اور بسم اللہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہونا ہے اور ماسوی اللہ سے علیحدگی توجہ الی اللہ پر مقدم ہے۔ اس لیے تلاوت قرآن کے وقت اول اعوذ باللہ پھر بسم اللہ پڑھنے کا حکم ہے۔ (تفسیر روح البیان، تفسیر نعیمی)

بسم اللہ: اس کے تعلق سے امام اوزاعی، امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول یہ ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ یا کسی سورہ کی آیت نہیں بلکہ سورۂ نمل کی ایک آیت کا جز ہے۔ بسم اللہ محض سورتوں کے مابین فصل و فرق بتانے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ ہر جائز کام شروع کرتے وقت اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

(مدارک، خازن، روح البیان)

ان ائمہ مجتہدین کے قول کی قوی دلیل وہ حدیث ہے جو مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ باب القراۃ میں بروایت حضرت انس مرقوم ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز الحمد للہ رب العلمین سے شروع فرماتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی آیت اور جز نہیں اگر ہوتی تو جہراً بسم اللہ سے شروع فرماتے۔

بسم اللہ کے حروف کے نکات: بسم اللہ کو ''ب'' سے شروع کرنے میں چند حکمتیں ہیں۔

پہلی حکمت: انسان نے عالم ارواح میں سب سے پہلے لفظ ''بلیٰ'' بولا تھا یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے عالم ارواح میں انسان سے فرمایا: کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ جواباً عرض کیا ''بلیٰ'' یعنی تو ہی میرا رب ہے تو سب سے پہلے انسان کے منہ سے ''ب'' نکلی رب تعالیٰ نے بسم اللہ کو ''ب'' سے شروع فرمایا تاکہ بسم اللہ پڑھتے ہی عالم ارواح کا وہ عہد و میثاق یاد آجائے۔

دوسری حکمت: خدائے پاک کا نام برّ، بار اور باری بھی ہے اور یہ سب الفاظ ''ب'' سے ہی شروع ہوتے ہیں تو گویا اس میں رب تعالیٰ کے بہت سارے ناموں کی طرف اشارہ بھی ہو گیا۔

تیسری حکمت: نحوی قاعدہ سے ''ب'' اِلصاق یعنی ملانے کے لیے آتی ہے اور قرآن کی تلاوت کرنے والا بھی رب سے ملنا ہی چاہتا ہے تو چوں کہ یہ ملنے کا وقت ہے اس لیے ''ب'' سے ابتدا کی جائے۔ (نعیمی)

سوال: بسم کی ''ب'' مکسور کیوں؟

جواب: مکسور اس لیے ہے کہ ''ب'' حروف جارہ سے حرفِ مفرد ہے اور حرفِ جار مفرد کو حرفیت اور جر لازم اور جس حرف کو حرفیت اور جر لازم ہو اس کے لیے کسرہ ہی مناسب ہوتا ہے اس لیے بسم اللہ کی ''ب'' مکسور ہے۔

سوال: جب حرف جار مفرد کو حرفیت اور جر لازم اور جس سے حرفیت اور جر لازم ہو اس کے لیے کسرہ ہی مناسب تو پھر واو قسم، تاء قسم، کاف تشبیہ اور لام جار جو ضمیر پر داخل ہو ان کو بھی مکسور ہی ہونا چاہیے حالاں کہ یہ تمام مفتوح استعمال ہوتے ہیں جیسے: وَاللہ، تَاللہ، کَالاسد، لَہٗ.

جواب: واو قسم اور تاء قسم یہ دونوں مضاف کے قائم مقام ہو کر جر کرتے ہیں۔ لہذا ان دونوں کو جر لازم نہیں۔ اور کاف تشبیہ کو حرفیت لازم نہیں اس لیے کہ بمعنی مثل اس کا اسم ہونا درست ہے تو گویا واو قسم اور تاء قسم میں لزوم جر مفقود اور کاف تشبیہ میں لزوم حرفیت مفقود۔ اور حروف مفردہ کے مکسور ہونے کے لیے حرفیت اور جر دونوں کا لزوم ضروری ہے۔ بایں وجہ یہ تینوں مفتوح مستعمل ہوتے ہیں اور لام جار جو ضمیر پر داخل ہو بایں وجہ مفتوح ہوتا ہے کہ اس لام جار سے ممتاز ہو جائے جو اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے۔

اسم: بسم اللہ میں لفظ ''اسم'' کی الف بولنے اور لکھنے دونوں میں نہیں آتی حالاں کہ اقرأ باسم ربک اور سبح اسم ربک میں بولنے میں تو الف نہیں آتی مگر لکھنے میں آتی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ لفظ اسم کی الف وصلی ہے جو بوقت وصل بولنے میں گر جاتی ہے اس لیے ان جگہوں میں بولنے میں گِر جاتی ہے اور بسم اللہ کے کثرت استعمال کی وجہ سے لکھنے میں بھی نہیں آتی کیونکہ کثرت استعمال تخفیف چاہتی ہے۔

بسم اللہ کہا گیا باِللہ نہیں اس میں حکمت کیا ہے؟ اس میں دو حکمتیں ہیں: پہلی حکمت یہ کہ بسم اللہ کا استعمال کسی کام کی ابتدا میں حصول برکت اور استعانت کے لیے ہوتا ہے اگر بسم اللہ نہیں کہا جاتا بلکہ باللہ کہا جاتا تو یہاں دو احتمال ہوتے ایک حصول برکت اور دوسرا قسم کا۔ کیوں کہ ''ب'' قسم کا دخول اللہ تعالیٰ کے ناموں سے کسی نام پر ہوتا ہے بایں وجہ ''ب'' کو لفظ اسم پر داخل کر کے اسم کو لفظ اللہ کی طرف مضاف کر دیا تاکہ حصول برکت اور استعانت کے لیے متعیّن ہو جائے۔ دوسری حکمت یہ کہ ابھی بندے کی ابتدائی حالت ہے اولاً نام تک تو پہنچ لے بعد کو ذات تک پہنچے گا۔

اللہ: اللہ نام ہے اس واجب الوجود کا جو تمام صفات کمالیہ کا جامع ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مذکور ہیں جن میں سے لفظ اللہ حق تعالیٰ کا ذاتی نام ہے اور باقی اسماے صفاتیہ۔ ذاتی نام اسے کہتے ہیں جو صرف ذات کو بتائے اور صفاتی نام وہ ہے جو ذات کے ساتھ صفت کی طرف بھی اشارہ کرے۔ بسم اللہ میں حق تعالیٰ کے ایک نام ذاتی اور دو نام صفاتی ہیں یعنی رحمٰن اور رحیم۔ لفظ اللہ مشتق ہے یا غیر مشتق اس میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک غیر مشتق ہے یعنی کسی اور لفظ سے نہیں بنا ہے۔ ان کا قول یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات تغیر و تبدل سے پاک و منزہ ہے اسی طرح اس کا اسم ذاتی لفظ اللہ بھی تغیر و تبدل سے پاک ہے کسی اور لفظ سے مشتق نہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مشتق ہے مگر مشتق کے قائلین یقینی فیصلہ نہ کر سکے کہ کس لفظ سے مشتق ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ اِلہ سے بنا جس کے معنی معبود ہیں۔ بعض کا قول یہ ہے کہ وَلہ سے بنا جس کے معنی ہیں حیرانی۔ بعض کا قول یہ ہے کہ لاہ سے بنا جس کے معنی ہیں بلندی وغیرہ ذالک۔ لیکن حق یہ ہے کہ لفظ اللہ کسی لفظ

سے مشتق نہیں جس طرح اس کی ذات کسی سے نہیں بنی۔(نعیمی)

الرحمٰن الرحیم: رحمٰن و رحیم صفت مشبہ ہیں جو موصوف کی ذات پر بطور ثبوت کے دلالت کرتے ہیں یہ دونوں الفاظ رحم سے بنے ہیں اور رحم کے معنی ہیں دل کا نرم ہونا اور کسی پر مہربانی کرنا۔ مگر حق تعالیٰ چوں کہ دل وغیرہ سے پاک ہے اس لیے اس کے معنی ہوں گے فضل و احسان فرمانے والا۔ اب رحمٰن ورحیم کے معنی میں چند طرح کا فرق ہے: ایک تو یہ کہ رحمٰن کے معنی سب پر عام رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنی خاص خاص پر رحم فرمانے والا۔ ہوا، پانی، چاند و سورج کی روشنی، روزی وغیرہ سب کو عطا فرمائی۔ یہاں رحمانیت کی جلوہ گری ہے لیکن حکومت ،دولت، ولایت، نبوت یہ سب کو نہ دیے بلکہ خاص خاص کو عطا کیے ان میں رحیم کے معنی کا ظہور ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں دوست اور دشمن، مسلمان اور کافر سب کو اپنی رحمتوں سے نواز ڈالا یہاں صفت رحمٰن کا ظہور ہے مگر آخرت میں خاص مسلمانوں پر رحم اور دشمنوں پر قہر ہوگا تو وہاں صفت رحیم کا ظہور ہوگا۔ (روح البیان، نعیمی)

لفظ رحمٰن کا اطلاق شرعاً غیر اللہ پر نہیں ہوتا بخلاف رحیم کے کہ اس کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے جیسے حضور ﷺ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: بالمؤمنین رؤف الرحیم۔

بسم اللہ کے فضائل و فوائد: بسم اللہ کے فضائل و فوائد تو بہت ہیں مگر بہ خوف طوالت کچھ ہی تحریر کیے جاتے ہیں۔

وہ دعا رد نہیں کی جاتی جس کے اول میں بسم اللہ شریف ہو۔ جس نے وہ کاغذ کہ جس پر بسم اللہ شریف لکھی ہو اس کی تعظیم و تکریم اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بزرگی کو دیکھ کر گرد و غبار اور کیچڑ وغیرہ سے زمین سے اٹھایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا صدیقین جیسا درجہ ہوگا اور اس کے والدین سے عذاب کی تخفیف کی جائے گی اگر چہ وہ مشرک ہی ہو۔ تفسیر روح البیان میں ایک حدیث شریف مذکور ہے کہ سید الانبیا ﷺ جب معراج میں تشریف لے گئے اور جنتوں کی سیر فرمائی تو آپ نے جنت میں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں۔ پانی کی، دودھ کی، شراب کی، شہد کی۔ آپ نے جبریل سے پوچھا کہ نہریں کہاں سے آتی ہیں اور کہاں جاتی ہیں جبریل نے عرض کیا کہ جاتی تو حوض کوثر میں ہیں مگر آتی کہاں سے ہیں مجھے اس کی خبر نہیں۔ فوراً ایک فرشتہ حاضر بارگاہ ہوکر عرض کی ان چاروں کا چشمہ میں دکھاتا ہوں ایک جگہ وہ فرشتہ لے گیا وہاں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک درخت ہے جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہے اور دروازہ مقفل ہے۔ اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی ہیں۔ آپ نے اس فرشتہ سے فرمایا دروازہ کھولو فرشتہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس کی کنجی میرے پاس نہیں بلکہ آپ کے پاس ہے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حضور ﷺ نے بسم اللہ شریف پڑھ کر قفل کو ہاتھ لگایا دروازہ کھل گیا اندر تشریف لے گئے تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چار ستون ہیں اور ہر ایک ستون پر بسم اللہ شریف تحریر ہے اور بسم اللہ کی ''میم'' سے پانی جاری ہے اور اللہ کے ''ہا'' سے دودھ جاری ہے اور رحمٰن کی ''میم'' سے شراب اور رحیم کی ''میم'' سے شہد جاری ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ ان چاروں نہروں کا منبع بسم اللہ شریف ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محبوب (ﷺ) جو شخص تیری امت میں ریا سے پاک ہوکر خالص نیت سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہے گا تو میں اسے چار نہروں سے پلاؤں گا۔

بسم اللہ کی تفسیر میں تفسیر کبیر کے حوالے سے تفسیر نعیمی میں مذکور ہے کہ فرعون نے خدائی کے دعویٰ سے پیشتر ایک مکان بنایا تھا اور اس کے بیرونی دروازہ پر بسم اللہ لکھی تھی جب خدائی کا دعویٰ کیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ اسلام کی اور اس نے قبول نہ کی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حق میں دعاے ہلاکت کی، وحی آئی اے موسیٰ! (علیہ السلام) یہ ہے تو اس قابل کہ اس کو ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کے دروازہ پر بسم اللہ لکھی ہے جس کی وجہ سے وہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون پر گھر میں عذاب نہ آیا بلکہ وہاں سے نکال کر دریا میں ڈوبویا گیا۔

سبحان اللہ جب ایک کافر کا گھر بسم اللہ کی وجہ سے عذاب سے بچ گیا تو اگر کوئی مسلمان اس کو اپنے دل وزبان پر لکھ لے تو کیوں نہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص زہر لایا اور کہا کہ اگر آپ اس زہر کو پی کر صحیح سلامت رہیں تو ہم جان لیں کہ اسلام سچا ہے آپ نے بسم اللہ کہ کر وہ زہر پی لیا اور خدا کے فضل سے کچھ اثر نہ ہوا وہ یہ دیکھ کر اسلام لے آیا۔(نعیمی)

☆☆☆

پیغام حدیث

شرحِ حدیثِ نیّت

از : مفتی محمد عثمان رضوی

جب سہ ماہی سنی پیغام کے کالمز متعیّن ہو گئے تو ہمارے کچھ احباب نے حدیث و شرح حدیث کے لیے متعیّن کالم ”پیغام حدیث“ کی ذمے داری ناچیز کے کاندھے پر رکھی، ناچیز نے بغیر کسی رسمی کلمات کے یہ ذمہ داری قبول کر لی؛ کیوں کہ اس بات کا بخوبی علم تھا کہ احباب ”قبلت“ کا لفظ سنے بغیر اصرار کا سلسلہ ختم نہیں کریں گے۔

بہر حال اس سلسلے کا آغاز ام الاحادیث حدیث نیت سے کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، ایسا اس لیے کہ اولاً اعمال کے ثواب کا مدار نیت پر ہے۔ ثانیا: تاکہ اس کالم میں حدیث کی اصح ترین کتاب ”صحیح البخاری“ اور امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری کی پیروی ہو جائے۔ [(مفتی) محمد عثمان رضوی]

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ.

تخریج الحدیث: صحیح البخاری، باب: کیف کان بدء الوحی، ح:۱، صحیح مسلم، باب: قولہ ﷺ انما الاعمال بالنیۃ، ح: ۵۰۳۶، سنن ترمذی، باب: فیمن یقاتل ریاء و للدنیا، ح: ۱۶۴۷، سنن ابو داؤد، باب: فیما عنی بہ الطلاق والنیات، ح: ۲۲۰۳، سنن نسائی، باب: النیۃ فی الوضوء، ح: ۷۵، سنن ابن ماجہ، باب: النیۃ، ح: ۴۲۲۷۔

معنی الحدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اعمال نیتوں سے ہیں، ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لیے یا عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

راوی الحدیث: آپ کا اسم شریف عمر بن خطاب بن نفیل، کنیت ابو حفص، لقب فاروق اعظم اور خطاب امیر المومنین ہے۔ آپ قرشی عدوی ہیں، کعب بن لوئ میں آپ کا نسب حضور ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے فضائل و مراتب بے حد و بے شمار ہیں۔ جلیل القدر صحابی، قدیم الاسلام مومن اور خلیفۂ ثانی ہیں۔ نبیٔ کونین ﷺ نے آپ کے تعلق سے ارشاد فرمایا: ” لوکان بعدی نبیا لکان عمر“ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔ لکن لا نبی بعدی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں انا خاتم النبیین میں آخری نبی ہوں من کان رایہ موافقا بالوحی و الکتاب جن کی رائے اور مشورہ وحی الٰہی اور کتاب الٰہی کے مطابق ہوتی ہے۔ آپ کے اسلام سے مسلمانوں کے چالیس کا عدد پورا ہوا، فرشتوں میں مبارک باد کی دھوم مچ گئی اور آیت کریمہ ” يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ“ اے غیب کی خبر دینے والے! اللہ آپ کے لیے اور مومنوں کے لیے

شیخ الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جنک پور، نیپال

کافی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد ۱۳ھ میں آپ کی بیعت کی گئی اور آپ خلیفۃ المسلمین ہوئے۔ آپ کے زمانے میں اسلام خوب خوب پھیلا۔ دس سال چھ ماہ خلافت فرمائی تر سٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ۲۶/ ذوالحجۃ ۲۳ھ بروز بدھ مسجد نبوی محراب النبی ﷺ میں مصلی مصطفی پر نماز فجر پڑھاتے ہوئے شہید ہوئے۔ مغیرہ بن شعبہ کے یہودی غلام ابو لؤ لؤ نے خنجر کا وار کیا۔ آپ کی شہادت پر مسجد نبوی کے در و دیوار سے رونے کی آواز آئی تھی کہ آج اسلام و مسلمین یتیم ہو گئے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور گنبد خضرا پہلوے مصطفی میں مدفون ہوئے۔ آپ سے تقریبا ۵۳۵ روایتیں احادیث کریمہ کی کتابوں میں مذکور ہوئیں۔

مفردات الحدیث: اعمال یہ عمل کی جمع ہے جس کا معنی کام، فعل اور عبادت (خواہ مقصودہ ہو جیسے: نماز، روزہ وغیرہ یا غیر مقصودہ ہو جیسے: وضو) ہے۔ نیات، نیت کی جمع ہے۔ نیت ارادۂ عمل کو کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی یعنی حصول رضاے ربی و رسالت پناہی کا ارادہ۔ یہاں نیت دوسرے معنی میں ہے یعنی اعمال کا ثواب اخلاص سے ہے۔ اس صورت میں یہ حدیث پاک اپنے عموم پر ہے کہ کوئی عمل اخلاص کے بغیر ثواب کا باعث نہیں خواہ عبادت محضہ ہو یا عبادت غیر محضہ۔ ان عبادات پر ثواب اخلاص سے ہی مرتب ہوگا۔ ہجرت کا لغوی معنی ترک کرنا ہے اور اصطلاحی معنی کافروں کے علاقے کو ترک کر کے مسلمانوں کے علاقے میں جانا۔

فقہ الحدیث: اس سلسلے میں امام اعظم اور امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہما کا اختلاف ہے۔ دلائل بالتفصیل شرح وقایہ، ج: ۱، کتاب الطھارت میں موجود ہیں، کچھ جھلک یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

صاحب شرح وقایہ نے طہارت کے تعلق سے گفت گو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وضو میں نیت شرط ہے یا نہیں؟ تو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وضو میں نیت شرط ہے اور بطور دلیل حدیث پاک" انما الاعمال بالنیات " پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ وضو بھی ایک عمل ہے اگر بلا نیت وضو کیا تو وضو نہ ہوگا اور نماز بھی نہ ہوگی۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وضو میں نیت شرط نہیں؛ اس لیے کہ وضو عبادت غیر مقصودہ ہے جو عبادت مقصودہ کے لیے ذریعہ اور وسیلہ ہے اور وسیلے کے اندر یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ کسی طور پر متحقق ہو جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سارے اعمال بلا نیت بھی ہو جاتے ہیں اور وضو بھی انھیں میں سے ہے لہذا وضو میں نیت شرط نہ ہوگی۔ اور رہی بات حدیث پاک کی تو حدیث میں " حکم "محذوف ہے یعنی حکم الاعمال بالنیات اور حکم دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک حکم دنیوی جس سے صحت متعلق ہوتی ہے اور دوسرا حکم اخروی یعنی اس عمل پر ثواب کا مرتب ہونا اور نہ ہونا۔

امام شافعی نے حکم میں عموم کا لحاظ کرتے ہوئے وضو میں نیت کو شرط قرار دیا جب کہ امام اعظم نے انما الاعمال بالنیات میں "حکم" کو مقدر مانا۔ چناں چہ اب عبارت یوں ہوگی: انما حکم الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا ثواب نیت پر ہے یہاں حکم کو مقدر ماننا تصحیح کلام کے لیے ہے جو حدیث کا اقتضا ہے۔ فقہ کا یہ مسلم ضابطہ ہے کہ جو امر ضرورت و اقتضا کی بنا پر ثابت ہوتی ہے، وہ بقدر ضرورت ہوتی ہے اور ضرورت و اقتضا ایک اجماعی حکم سے پوری ہو جاتی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اجماعی حکم کیا ہے؟ تو اجماعی و اتفاقی حکم یہ ہے کہ اگر عمل سے ثواب کی نیت کی ہے تو ثواب ملے گا اور نیت اگر نہیں کی ہے تو چوں کہ بہت سارے اعمال نیت کے بغیر ہو جاتے ہیں تو وضو بھی ہو جائے گا مگر ثواب نہیں ملے گا۔ اور جب حکم اجماعی سے ایک مراد ہو گیا تو دوسرا مراد نہیں ہو سکتا اسی لیے ہمارے علما نے فرمایا ثواب الاعمال بالنیات۔ امام اعظم اور احناف کی تائید نفس حدیث میں موجود ہے کہ فرمایا و انما لکل امرا ما نوی ہر مسلمان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

یہاں سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ" لکل " میں جو لام ہے وہ کبھی انتفاع کے لیے آتا ہے، کبھی تخصیص کے لیے، کبھی تملیک کے لیے اور کبھی تخییر یعنی کسی چیز کا اختیار دینے کے لیے آتا ہے۔ اب اگر ہم لام کو انتفاع کے لیے مانیں تو یہ مطلب ہوگا کہ اس شخص نے جو نیت کی ہے، اس نیت میں اس کو فائدہ ہوگا اور فائدہ ثواب کے ذریعہ ہی متصور ہوگا تو گویا وہ پچھلے جز انما الاعمال بالنیات کی تاکید اور تاسیس ہے۔ اور اگر لام کو تخییر کے لیے مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ آدمی نے جو عمل کیا، اس میں اس کو اختیار حاصل ہے۔ یہاں سے ہم اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ آدمی اپنے اعمال و عبادات مثلا نماز، روزہ، حج، زکات

و دیگر اعمال صالحہ کا ثواب چاہے تو اپنے لیے رکھے یا اپنے احباب جو زندہ ہیں یا دنیا سے چلے گئے، ان کے لیے کر دے، یہ اختیار اس کو حاصل ہے۔

حدیث کے جملۂ ثانیہ میں فرمایا کہ ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی یعنی ہر شخص کو اس کی نیت کا فائدہ ملے گا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ نیت کو بہر حال عمل کے مقبول و معتمد یا صحیح ہونے میں دخل ہے بلکہ نیت عمل کی مقبولیت کے لیے جان ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث پاک نقل جاتی ہے: نیة المومن خیر من عملہ یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اگرچہ محدثین کو اس حدیث کے بارے میں کلام ہے تاہم عمل کے اعتبار سے عمدہ ہے جس کی تائید یہ حدیث کر رہی ہے لکل امرا ما نوی اور دوسری بعض روایات سے بھی یہ ثابت ہے کہ کسی نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس کو کسی وجہ سے عمل میں نہ لا سکا اور نیکی نہ کر سکا تو اللہ تعالی کی بارگاہ میں ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اس سے پتہ چلا کہ نیت خیر، خیر محض ہے۔ آدمی خیر کا ارادہ کر لے خواہ کر پائے یا نہ کر پائے اللہ کے یہاں ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر کر لیا تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یہ اس کی رحمت ہے۔ اس طرح اگر بدی کا ارادہ کر لے تو ہونا یہ چاہیے تھا کہ محض بدی کے ارادے پر نامۂ اعمال میں گناہ لکھا جاتا لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے بدی کا ارادہ کیا تو اس کے نامۂ اعمال میں گناہ نہیں لکھا جائے گا جب تک کہ وہ کر نہ لے۔ معاذ اللہ اگر شامت اعمال کے سبب بدی کرے گا تو ایک ہی بدی کا گناہ لکھا جائے گا اور نیکی کا معاملہ یہ ہے کہ دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ چناں چہ حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور زمانہ حنفی فقہی انسائیکلوپیڈیا "بہار شریعت" میں یہ حدیث نقل فرمائی کہ جو حج کے ارادے سے نکلا اور فوت ہو گیا تو قیامت تک اس کے لیے حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لیے نکلا اور فوت ہو گیا تو اس کے لیے قیامت تک عمرہ کرنے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد کے لیے نکلا اور راستہ میں فوت ہو گیا اس کے لیے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔ اس لیے مسلمانوں کو خیر کی نیت کر لینا چاہیے اور عمل کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔

☆☆☆

(صفحہ نمبر ۱۱ کا بقیہ حصہ..........)

اللہ تعالی صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین!

اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت و ناجائز و حرام ہے، ہاں اگر اہل اسلام جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعادت پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب و محبوب تھا اور اگر نظر شوق و محبت میں نقل روضہ انور کی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک و زیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم و تصنع الم و نوحہ زنی و ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب اس نقل میں بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کے لئے ابتلاء بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے: اتقوا مواضع التھم۔ اور وارد ہوا: من کان یؤمن باللہ والیوم الأخر فلایقفن مواقف التھم۔ جو شخص اللہ تعالی اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ ہرگز تہمت کے مواقع میں نہ ٹھہرے۔

لہٰذا روضہ اقدس حضور سید الشہداء رضی اللہ تعالی عنہ کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صحیح نقشے پر قناعت کرے اور اسے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھے جس طرح حرمین محترمین سے کعبہ معظمہ اور روضہ عالیہ کے نقشے آتے ہیں یا دلائل الخیرات شریف میں قبور پر نور کے نقشے لکھے ہیں والسلام علی من اتبع الھدی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم"۔

اب صورت مسئولہ میں ہمارے علاقے کا جو مروجہ تعزیہ داری ہے وہ بہت ساری خرابیوں، برائیوں، بے حیائیوں اور ہزاروں گناہوں کا مجموعہ ہے اس میں پیسے لگانا گناہوں اور عذابوں کا خریدنا ہے۔ لہٰذا فرمان الٰہی "وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" کے مطابق حرام حرام اشد حرام ہے۔ جتنے گناہ ہوں گے سب کا وبال عظیم تعزیہ بنانے والے پر ہے الدال علی الفعل کفاعلہ نہ تعزیہ بناتا نہ اتنے وبال کا حق دار ہوتا۔

مولائے کریم اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ و طفیل قوم مسلم کو برائیوں سے بچائے اور شریعت حقہ کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ھٰذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ ☆☆☆

پیغام فقہ وفتاوی

آپ کے مسائل؟

از: مفتی محمد عثمان رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں لوگ عام طور پر تعزیہ بناتے ہیں اور اس میں لاکھوں روپے خرچ کر کے فخر کرتے ہیں اور علمائے کرام کے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتے۔ لہٰذا تعزیہ داری کا کیا حکم ہے؟ بالتفصیل جواب باصواب سے نوازیں۔ کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد شمس الحق فیضی، مہدیا ضلع مہوتری

الجواب

بعون الملك الوهاب اللهم هداية الحق و الصواب

ہندونیپال میں جس طرح کی تعزیہ داری اور اس کی ساخت کا رواج ہے اور پھر اس میں باجہ گاجہ، گشت، عورتوں اور مردوں کا اختلاط و دیگر سینکڑوں برائیوں کا صدور بالجملہ ناجائز و حرام اور بدعت سیئہ ہے جس کا مرتکب مستحق قہر قہار و مستوجب عذاب نار اور شیطان کا برادر بدکردار ہے اور نہ معلوم کتنی برائیوں کے گناہوں کا سزاوار ہے۔ جیسا کہ حضور سیدی اعلیٰ حضرت ماحی شرک و بدعت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے "**اعالی الافادة فی تعزیة الهند و بیان شهادة**" میں تصریح فرمائی ہے اور آپ نے اسی طرح کے ایک استفتا کے جواب میں بھی تحریر فرمایا ہے جو درج ذیل ہے۔

"تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ پر نور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیٰ جدہ الکریم و علیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا کہ تصویر مکانات وغیرہا ہر غیر جاندار کی بنانا، رکھنا، سب جائز، اور ایسی چیزیں کہ معظمان دین کی طرف منسوب ہو کر عظمت پیدا کریں ان کی تمثال بہ نیت تبرک پاس رکھنا قطعاً جائز، جیسے صدہا سال سے طبقۃً فطبقۃً ائمہ دین و علمائے معتقدین نعلین شریفین حضور سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے بناتے اور ان کے فوائد جلیلہ و منافع جزیلہ میں مستقل رسالے تصنیف فرماتے ہیں جسے اشباہ ہو امام علامہ تلمسانی کی "فتح المتعال" وغیرہ مطالعہ کرے، مگر جہال بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعت مطہرہ سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں۔

اول تو نفس تعزیہ میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بیہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت، اشاعت غم کے لیے ان کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی، اور ماتم سازشی کی شورافگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغول طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایہ بدعات کو معاذاللہ معاذاللہ جلوہ گاہ حضرت امام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا منّتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل، اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرہ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وبال ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریاء و تفاخر علانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو دیں بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں رزق الٰہی کی بے ادبی ہوتی ہے پیسے ریتے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے، مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں، اب بہار عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ رہے۔... (بقیہ: صفحہ نمبر ۱۰ پر)

پیغام رضا

فکرِ رضا کی شفافیت، عہد نو اور ہم

مفتی توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی

چودہویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت، جلیل القدر، عرب وعجم میں یکساں مقبولیت رکھنے والے آفاقی مجدد امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اپنی اسلامی فکر، دینی نظریہ، صالح تہذیبی و تمدنی جمالیاتی اقدار اور عشق نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گہرا ادراک رکھنے کی وجہ سے آج کے اس دورکشاکش میں بھی عمدہ اسلامی نظریہ، دینی روایات اور عشق رسالت کا خوب صورت استعارہ بن کر افق علم وآگہی پر جگمگاتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے فکری میلانات اور دینی خیالات میں جھول نہیں ہے، بلکہ وہ شفافیت وعمدگی وشائستگی کا ایسا آئینہ خانہ ہیں جس میں ہم عہد رسالت سے لے کر عصر جدید کے اسلامی تمدن ومذہبی ثقافت اور صالح روایات کا چمکتا چہرہ صاف طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے افکار وخیالات اور احساسات وادراکات میں خیر القرون میں انجام دی جانے والی مذہبی سرگرمیوں اور کارگزاریوں کا پورا نقشہ منقش تھا اور وہ زندگی بھر ایک مشن کے طور پر اپنی زبان وقلم سے اسی نقشے میں رنگ بھرنے کی کوشش کرتے رہے اور فضل الٰہی سے کامیاب وکامران بھی رہے۔ ایسا اس لیے ہوا کہ وہ جس نصب العین کو چن کر پوری دل جمعی کے ساتھ عملی اقدام کر رہے تھے اس کی صداقت وحقانیت پر انہیں پورا وثوق اور اعتماد کلی حاصل تھا، وہ خود اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے مالا مال تھے اور اسلاف مجتہدین، محدثین، مفکرین اور فقہائے متبحرین کی افکار وتحقیقات سے ان کا رشتہ استوار تھا اور مذہبی ودینی سرچشمہ قرآن وحدیث کے معانی ومطالب پر انہیں کامل درک حاصل تھا۔ انہوں نے حق کو حق سمجھا اور باطل کو باطل گمان کیا، حق کی اشاعت وترویج کے لیے بھرپور جدوجہد کی اور باطل کی تردید کے لیے کسی لومۃ لائم کی پروانہ کی، ان کی ذات پر حملہ ہوا تو خاموشی سے سہ لیا مگر جب عقائد اسلامی اور نصوص قطعیہ میں خرد برد کیا گیا، عظمت رسالت پر حرف گیری کی گئی تو سراپا مجاہد بن گئے، اپنے قلم زرنگار کو سیف ذوالفقار بنا لیا۔ اللہ عزوجل کی ذات وصفات اور رسول اعظم ﷺ کے علوم واختیارات اور نبوت ورسالت کے حوالے سے قرآن کے اجماعی معنی کو چھوڑ کر من گھڑت تاویلات اور ایمان سوز رجحانات سامنے آئے تو سراپا جلال بن گئے۔ اگرچہ بعض نکتہ چینوں نے ان پر شدت پسندی کا الزام لگایا اور انہیں مسئلہ تکفیر میں لعن طعن سہنا پڑا لیکن امام احمد رضا قادری نے وہی کیا جو قرآن وحدیث اور اسوۂ صحابہ وتابعین کے اندر پیش کیے گئے اسلوب دعوت کا لازمی تقاضا تھا جس میں کسی طرح کی رورعایت کی گنجائش ہی نہیں تھی۔ اس طرز عمل کو فتنہ پروری، اختلاف وانتشار کا نام دینے والا قطعی طور پر تاریخ اسلام سے ناآشنا کہا جائے گا وہ کسی بھی طرح اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد ومونس نہ مانا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ جب احباب میں سے کسی نے امام احمد رضا سے گزارش کی کہ زبان وبیان میں کچھ نرمی لائی جائے، تو آپ کا جواب تھا کہ اگر حکومت اسلامیہ ہوتی تو ان مرتدین کا حکم قتل تھا یعنی حاکم اسلام ان گستاخوں سے جہاد بالسیف کرتا، حاکم اسلام اور حکومت اسلامیہ نہ ہونے کی صورت میں ان سے جہاد بالقلم تو ہی سکتا ہوں، سو کر رہا ہوں۔

امام احمد رضا نے اپنے قلم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے خود ہی لکھا ہے ؎

کلک رضاؔ ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

خامۂ رضا نے انتہائی جرأت وہمت کے ساتھ کامل امانت داری کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فتنوں کا استیصال کیا، بدعات

وخرافات کاڈٹ کر مقابلہ کیا، تعلیمات اسلامیہ کو بدنظمی اور انتشار سے محفوظ کیا اور اسلام کی شفافیت کو نمایاں طور پر پیش کیا۔ جبھی توفکر امام احمد رضا کو فکر اسلامی کے ساتھ جوڑدیا گیا اور عہد رضا سے لے کر اب تک ان کی ذات برصغیر ہندوپاک میں اسلام وسنیت کی علامت بن کر اپنی اصلیت و مذہبیت کا علم بلند کر رہی ہے، اس لیے یہ کہنا کہ فکر رضا امام احمد رضا کی ذاتی فکر کا نام ہے قطعًا غلط اور حقائق کا انکار ہے۔ فکر رضا دراصل اسلامی فکر ہے، مذہبی نظریہ ہے، تعلیمات اسلامی سے ہٹ کر کچھ بھی نہیں ہے اوراگر کوئی قرآن وحدیث سے مقابلہ کرتی ہوئی فکر پیش کرتا ہے اوراسے فکر رضا کا نام دیتا ہے تووہ بہت بڑا مجرم ہے اورامام احمد رضا کی روح کو زک پہنچانے کا کام کررہا ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں اس طرح کی مجرمانہ جسارت سے بچائے۔ آمین

امام احمد رضا قدس سرہ نے جب اپنے وصایا شریف میں اس بات کی وضاحت کی کہ:

”میرادین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے“ (وصایا شریف مشمولہ الملفوظ کامل ص ۸/، ادبی دنیا دہلی)

تو مخالفین رضا کو لگے ہاتھوں اعتراض وایراد کا بہت بڑا مسالہ مل گیا اورانہوں نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعلان واظہار کردیا کہ امام احمد رضا ایک نئے دین ومذہب کے بانی ہیں ،جبھی تووصایا میں انہوں نے ”میرادین ومذہب“ کا لفظ استعمال کیا اور بانی مذہب آخر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ میں جملہ قارئین کرام سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ اگر میں کہوں کہ آپ کا دین ومذہب کیا ہے؟ تویقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ ”دین اسلام ہے“ یاآپ مجھ سے پوچھیں کہ آپ کا مذہب کون سا ہے؟ توجواب یہی ہوگا کہ میرا مذہب اسلام ہے۔ کیادونوں جوابات سے آپ یامیں کسی نئے مذہب کے بانی مانے جائیں گے؟ ہرگزنہیں ،ہوش مند اور غیر جانب دار تجزیہ نگاران الزامات پر ضرور قہقہہ لگائے گا اوران معترضین کو مشورہ دے گا کہ تم چندسالوں کے لیے انڈمان چلے جاؤ۔

صرف تین شہادتیں میں قارئین کے روبرو پیش کررہا ہوں جو حقیقت کی حقیقی معنوں میں تصویرکشی کریں گی۔

۱۔ مولانا سلیمان ندوی جو اہل حدیث مکتب فکر کے حامل ہیں انہوں نے ”حیات شبلی“ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد نمایاں ہونے والے دوگروہوں کی نشاندہی کے بعد ایک تیسرے گروہ کے چہرے سے نقاب ہٹایا ہے اور تحریر کیا ہے ”ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا، تیسرا فریق وہ شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اوراپنے آپ کو اہل السنہ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علما تھے“۔

(حیات شبلی ص ۴۶)

۲۔ مسلک اہل حدیث کے نمائندہ عالم دین ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۳۷ء میں اپنی کتاب ”شمع توحید“ میں اس حقیقت کو یوں بیا ن کیا ہے ”امرتسر میں مسلم آبادی غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسّی سال قبل یہاں سب مسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔

(شمع توحید، ص ۴)

۳۔ مشہور مورخ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں ”انہوں (امام احمد رضا) نے نہایت شدت کے ساتھ قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی“۔ (موج کوثر ص ۷، طبع ہفتم ۱۹۳۰ء)

یہ شہادتیں بتارہی ہیں کہ امام احمد رضا کسی نئے مذہب ومسلک کے بانی نہ تھے بلکہ اسی مسلک کے پیروکار تھے جو شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اسلاف کرام، صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا تھا۔ اب بھی کسی کو شبہہ ہو توامام احمد رضا کا دین ومذہب جوان کی کتب سے ظاہر ہے خودان کی مطبوعہ چارسو سے زائد کتابوں ،فتاویٰ اوران پر لکھی گئی آٹھ سو سے زائد کتابوں اور پی ایچ ڈی کے مقالوں کو پڑھ کر اپنے شبہات کا ازالہ کر سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب اسے قبول حق میں تامل نہ ہوگا۔

اس لیے نہ توفکر رضا، نظریہ رضا، تعلیمات رضا، خیالات رضا کو غیراسلامی قرار دیا جاسکتا ہے نہ ہی غالبیات واقبالیات کے بالمقابل علمی اصطلاح ”رضویات“ کو قرآن وسنت سے الگ کوئی

نئی فرع علم کہا جاسکتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری ایڈیٹر معارف رضا کراچی و سرپرست اعلیٰ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی اپنے ایک مقالے ''رضویات کا اصطلاحی مفہوم اور تقاضے'' میں رقم طراز ہیں:

''دیکھا جائے تو رضویات کا اصل منبع قرآن وسنت ہیں، اس لیے یہ کوئی نئی فرع علم نہیں ہے، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی تحریر وفکر کی تمام تابانیاں وجولانیاں قرآن حکیم اور اعلم کائنات، عالم ماکان ویکون کے نور کا پرتو ہیں۔ وہ علم مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاف مصفیٰ سرچشمہ سے سیراب اور ائمہ کرام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بحر علم سے فیضیاب ہیں بلکہ دور جدید میں حنفی المذہب اور صحیح العقیدہ ہونے کی آپ ہی شناخت ہیں'' (سہ ماہی رضا بک ریویو، پٹنہ، شمارہ ۲، ص ۳۸)

جہاں تک امام احمد رضا کے فکری کینوس کی وسعت ورنگارنگی اور علمی تنوع کی بات ہے تو اس سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں اپنے فضل خاص سے ان گنت علم وفن کا بحر ذخار بنادیا تھا اور ان علوم وفنون کے تعلق سے ایسے ایسے موضوعات کی نشاندہی فرمادی تھی کہ جہاں عقل وخرد کو حیرانی ہونے لگتی ہے لیکن جب ایک ذی ہوش محقق کھلی آنکھوں سے حقائق کی تہہ میں اتر کر ان کا مشاہدہ وتجزیہ کرتا ہے تو برملا اعتراف کرتا دکھائی دیتا ہے کہ اللہ عزوجل نے انہیں علم لدنی عطا فرمایا تھا، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں، یہی معنوں میں یہ ذات نوبل پرائز کی حقدار ہے'' وغیرہ وغیرہ۔

امام احمد رضا کا عہد انیسویں صدی کے نصف اخیر سے لے کر بیسویں صدی کے ربع اول پر محیط ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں انگریز سامراجیت پورے ہندوستان کے تمام تہذیبی وتمدنی، معاشی واقتصادی، سیاسی ومعاشرتی مراکز پر قابض ودخیل ہوچکی تھی اور مغربی ثقافت، آزادانہ کلچر اور عیسائی ازم کے فروغ واشاعت کی کوشش تیز سے تیز تر ہوتی جارہی تھی۔ انگریزوں کے زرخرید ہندوستانی علما زر، زمین، زن کے بدلے دین وایمان کا سودا کررہے تھے۔ مسلمانوں کی املاک پورے طور پر انگریزوں کے کنٹرول میں جارہی تھی، انہیں معاشی واقتصادی طور پر کنگال کردینے کا انگریزی نسخہ اپنا کام کررہا تھا۔ اسلام اور اسلامی تعلیمات وعقائد ونظریات کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے خزانے کا دہانہ کھول دیا گیا تھا، مشرقی تہذیب کا جنازہ نکل رہا تھا۔ حالات کی سنگینی اور ماحول کی ابتری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ باضابطہ تنخواہیں دے کر نہ صرف تاریخ ہندوستان کے صاف وشفاف چہرے پر کالک پوتا جارہا تھا بلکہ ہندوستان کی علاحدہ اسلامی تاریخ مرتب کرنے کی جدوجہد شروع ہوچکی تھی جو اسلامی تاریخ کم ہوتی، انگریزیت زدہ اسلامی افسانہ زیادہ ہوتا۔ ایسے خوں چکا حالات اور ناخوش گوار ماحول میں اسلامی روح کو زخمی ہونے سے بچانا تھا، دینی تہذیب وثقافت کو تحفظ دینا تھا، ہندوستانی تمدن اور مشرقی کلچر کے حلقوم کو تیر کے وار سے امان دلانی تھی، معاشیات پہ کسا جاتا ہوا انگریزی شکنجہ اور اس کے دست برد سے مسلمانوں کی اقتصادی حالت کو نجات بخشنی تھی، شعائر اسلامی کو عیسائیت ومغربیت کی نوکیلی تلوار سے زخمی ہونے سے بچانا تھا اور اپنی ہندوستانی وملکی شناخت پر لگے داغ دھبوں کو صاف کرنا تھا، کھلے دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا اور چھپے دشمنوں کو بے نقاب کرکے ان کی تملق وچاپلوسی اور مادیت پرستانہ ذہنیت کو نمایاں کرنا تھا اور ان کی چیرہ دستیوں سے اسلام اور مسلمانوں کی فکری ونظریاتی صلابت کو کمزور وناتواں ہونے سے محفوظ کرنا تھا۔

قارئین خود اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں پر لادے گئے ان سنگین حالات کے تصفیے کے لیے کس جگر گردے کی ضرورت تھی، کس قدر دانش وری اور ہوش مندی درکار تھی، کتنا علمی وفنی کمال لازمی تھا، کس قدر اعلیٰ صلاحیت ولیاقت ناگزیر تھی، لیکن اللہ عزوجل بڑا کریم ورحیم ہے، اس کا کرم بے پایاں ہیں، اس کی رحمت بے حساب ہے۔ امام احمد رضا کی ذات کو ان تمام فتنوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت وجرأت عطا فرمائی، ان کے افکار کو صلابت کے جوہر سے آشنا فرمایا، ان کے علوم وآگہی میں پختگی بخشی، ان کے دینی شعور کو عمدگی سے نوازا

اور ان تمام ناخوش گواری کودور کرنے کی ذمے داری امام احمد رضا کو سونپی اور امام نے باحسن وجوہ اس فریضہ کو ادا کیا۔

تاریخ ہند گواہ ہے کہ امام احمد رضا نے خداداد صلاحیتوں کو نہ صرف عقائد اسلامی، قرآنی تعلیمات، نبوی پیغامات کے فروغ و استحکام میں صرف کیا، بلکہ مغربیت زدہ نجدیت کے سیلاب پر بند باندھنے میں کافی حد تک کامیابی حاصل کرلی، مسلمانوں کی اقتصادی حالات میں سدھار پیدا کرنے کے لیے ”تدبیر فلاح ونجات واصلاح“ کا عمدہ نسخہ عطا فرمایا۔ انہیں اسلامی بینکنگ نظام دیا، انہیں مغربی تمدن کی آسیب زدگی سے امان دلائی، انگریزوں کے ٹٹو عوام وخواص کاڈٹ کر مقابلہ کیا، ان کے ذریعہ پیش کیے گئے غیر اسلامی افکار ونظریات کے ردوابطال میں ذرہ بھر کوتاہی نہ برتی، فکرولی اللّٰہی سے ہٹے ہوئے مولویوں کی مکاری وعیاری کو بے نقاب کیا۔ امام احمد رضا کے یہ تمام کارنامے صرف کتابوں کی تصنیف، فتاوی نویسی اور خط وکتابت تک محدود نہ تھے بلکہ انہوں نے افرادورجال کی شخصیت سازی کے ساتھ دین ومذہب کے فروغ واشاعت کی جملہ جہات پر دقیق نظر دوڑا کر لائق وفائق افراد کا انتخاب فرمایا، مدارس قائم فرمائے، رسائل وجرائد ایشو کیے، مناظرین تیار کیے، سیاسی قائدین کو اسلامی نظریہ دے کر ملکی حالات پر اپنا کنٹرول قائم کرنے کے لیے بھیجا۔ دولت مند حضرات کو دین کے کاموں میں روپیہ لگانے پر آمادہ کیا، صحافت ہو کہ سیاست، قضا ہو کہ افتا، ہر میدان میں مجاہدین کا لشکر بھیجا، انہیں اسلحہ فراہم کیا، انہیں دین کا لالچ دیا، انہیں ان کا دینی فرض یاد دلایا، امام احمد رضا کا اثاثہ کچھ کرنا ان کی ذمے داریوں میں شامل تھا اور اس اہم دینی واسلامی فریضے کی ادائیگی میں امام نے اپنا سارا فکری، علمی، فنی، ثروتی سرمایہ لٹادیا۔

ان کا دور تہذیبوں کے تصادم کا دور تھا، غیر ضروری رسم و رواج سے بوجھل تھا۔ اس لیے اس رخ پر بھی نگاہ دوڑائی اور پوری تندہی کے ساتھ غیر شرعی خرافات وبدعات کا استیصال فرمایا اس لیے کہ غیر اسلامی بدعات ورواج سے انہیں خدا واسطے بیر تھا۔

اس وقت ہم اکیسویں صدی میں سانس لے رہے ہیں جس کی دوسری دہائی اپنی تمام تر بے چینی، تخریب کاری اور فتنہ وانتشار کے ساتھ ہمارا استقبال کر رہی ہے۔ بیسوی صدی کے نصف آخر میں دنیا نے سائنس وآرٹ کی غیر معمولی ترقی وعروج کو بنظر غائر دیکھا، جس کے اثرات آج بھی محسوس کئے جاتے ہیں، دنیا جوں جوں ترقی کرتی جارہی ہے، انسانیت اور اخلاقیات سے اس کا رشتہ کمزور سے کمزور تر ہوتا جارہا ہے، تہذیبی وتمدنی جوہر سے اس کا تعلق منقطع ہو رہا ہے، مذہب بیزاری کا عفریت پورے طور پر ہمارے سماج کو اپنی چپیٹ میں لے رہا ہے، فطرت سے بغاوت کا غلط رجحان بڑی تیزی کے ساتھ عام ہو رہا ہے، اور ادھر دنیا ایک گاؤں کی شکل میں بدل گئی ہے، اب نہ تو کسی رجحان کو دنیا میں عام ہوتے دیر لگتی ہے اور نہ ہی افتراق وتخریب کاری کا کوئی سانحہ چھپارہ جاتا ہے، موبائل، انٹرنیٹ، ٹی وی چینلز اور سائنس وٹیکنالوجی کے دوسرے حیرت انگیز آلات نے مشرق ومغرب شمال وجنوب میں کوئی فرق وامتیاز باقی نہیں رکھا، ساری دشائیں ایک ہو چکی ہیں، اب تحقیق وتدقیق میں کافی سہولیت آگئی ہے، آپ کسی بھی موضوع پر انٹرنیٹ کے ذریعہ ویب سائٹ پر اپنا مطلوبہ مواد حاصل کر سکتے ہیں، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اب حقیقت کو چھپانا مشکل ہو گیا ہے اور اس کا دوسرا پہلو بھی ہے کہ اب کسی جھوٹ کو ہزاروں بار بول کر کافی دنوں تک پوری دنیا کے سامنے حقیقت کا پروپیگنڈہ کیا جاسکتا ہے۔

ایسے بدلتے حالات میں جیت اسی کی ہوگی جس کے پاس حق ہوگا اور جس کے پاس وسائل کی فراوانی ہوگی، کسی بھی فکر ونظریہ کی اشاعت کے ہر ممکن اسباب ووسائل پر جس کا شکنجہ مضبوط ہوگا جیت کا تاج وہ پہنے گا۔ اس لیے اب ہماری ذمے داریاں دوگنی ہوگئی ہیں۔ ہمارے پاس فکر اسلامی اور فکر رضا کی اشاعت وفروغ اور اس کی حقانیت ثابت کرنے کا سنہری موقع ہے چوں کہ حق ہمارے ساتھ ہے البتہ وسائل کی فراوانی اور افراد کی قلت کا شکوہ بدستور اپنی جگہ باقی ہے، اس لیے ہمیں وسائل پر اپنا کنٹرول مکمل کرنا ہے اور مقتضیات زمانہ کے لحاظ سے ماہر افراد کی ٹیم کو میدان میں اتارنا ہے اور خود بھی عملی اقدام میں برابر حصہ داری نبھانی ہے۔

اس سلسلے میں ہم کوامام احمد رضاکے افکارو تعلیمات کاسہارالے کردین ومذہب کے فروغ واشاعت کی خاطر پیش کیے گئے نکات واظہارات پر غور کرکے انہیں خطوط کی روشنی میں اپنی ذمے داری اداکرنی ہے اور مذہب اسلام اور عقائد اسلامی کااصلی چہرہ دنیاکے سامنے کرناہے، تاکہ دنیاجان لے کہ اسلام ہی امن کادین ہے، اسلام ہی انسانیت کامذہب ہے، اسلام ہی دین فطرت ہے اور فکر رضا اسلامی تعلیمات کاخلاصہ ہے اور قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا کے افکار کاتعلق نہ صرف قرآنیات، فقہیات، مذہبیات سے مربوط ہے بلکہ سیاسیات، اقتصادیات، معاشیات، عمرانیات، انسانیات، اخلاقیات سے بھی وہ پوری طرح ہم آہنگ ہیں۔ امام احمد رضا کے افکار کی روشنی میں ہم اسلام کا سیاسی، اقتصادی، عمرانی، اخلاقی نظریہ اور فلسفہ دنیاکے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

فکر رضاصرف ناموس رسالت، مسئلہ تکفیر، احکام شریعت، عظمت سادات، تعلیماتِ قرآن، شعروادب اور فقہیات میں منحصر اور محصور نہیں ہے بلکہ وہ ایک آفاقی فکر کانام ہے جس میں حددرجہ تنوع اور وسعت ہے، فکر رضامیں عرفان ذات کا مواد موجود ہے، عرفان خداکی تعلیم موجود ہے یہی نہیں بلکہ دنیا وآخرت کی ہرعزت اور ترقی کارازپنہاں ہے۔ اب عقیدت کو حقیقت سے جب تک ہم آمیز نہ کیاجائے گا دنیاآپ کی بات پر کان نہ دھرے گی، جب ہمارے پاس حقانیت ہے، دینی روح ہے، درست اسلامی تعلیم ہے تو ہم زمینی حقائق کی بازیافت میں سستی کیوں دکھائیں؟۔

ہم ذیل میں سلسلہ وار چند بنیادی نکات وتجاویز کی نشان دہی کر رہے ہیں اوراہل سنت و جماعت کے جملہ ارباب حل وعقدکوسنجیدہ غوروفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ جن کاتعلق فکر رضا کی ترسیل سے بھی ہے، عقائد اسلامی کے تحفظ سے بھی اور جماعتی استحکام وتشخص سے بھی۔

(۱) فرد کے بالمقابل جماعت کی آواز ایک وزن وحیثیت رکھتی ہے، جماعت اہل سنت کی شیرازہ بندی کے لیے امام احمد رضا کافی فکر مند تھے، کیوں کہ اختلاف وانتشاروبدمزگی کسی بھی طرح کی ترقی کے لیے سدراہ ہے، اہل سنت کے تنظیمی ڈھانچے کی تشکیل کے لیے بھی فکر رضاہماری رہ نمائی کررہی ہے، فتاویٰ رضویہ میں امام احمد رضانے تحریر فرمایاہے ”خالص اہل سنت کی ایک قوت اجتماعی کی ضرورضرورت ہے مگراس کے لیے تین چیزوں کی سخت حاجت ہے۔ (۱) علماکااتفاق (۲) تحمل شاق قدر بالطاق (۳) امراکاانفاق لوجہ الخلاق“ (فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۱۳۲ ج ۱۲)

الفاظ وتراکیب کاتیور بول رہاہے کہ قوت اجتماعی کی بحالی کے لیے ایمانی رشتوں کااستوار ہوناضروری ہے، کیاہم اس مضمون جملہ پر غورنہیں کرسکتے اور اس سلسلے میں عملی اقدام ہمارے دین ومسلک کے لیے ضروری نہیں؟

(۲) امام احمد رضا بلند پایہ شخصیات کوان کے حسب مراتب مقام و مرتبہ اور القاب وآداب سے نوازاکرتے تھے، تنقیص شان اور ہتک عزت کاکوئی مقدمہ اب تک مخالفین بھی ان کی ذات پر قائم نہ کرسکے ہیں، جب ان سے پوچھاگیاکہ ہندوستان میں کن علماومفتیان کے فتوؤں پر آنکھ بندکرکے اعتماد کیاجاسکتاہے توانہوں نے اپنے والدمحترم علامہ نقی علی خاں اور تاج الفحول علامہ عبدالقادر بدایونی کانام پیش کیاتھا، ایک دوسرے مقام پررقم طراز ہیں:

”اپنے میں جسے حمایت دین پر دیکھا، اس کے نشر فضائل اور خلق کواس کی طرف مائل کرنے میں تحریراًوتقریراًساعی رہا، اس کے لیے عمدہ القاب وضع کرکے شائع کیے“۔

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۳۳ ج ۱۲)

ایک جگہ تحریر فرمایا:

”حاشا! فقیر توایک ناقص، قاصرادنیٰ طالب علم ہے، کبھی خواب میں بھی اپنے لیے کوئی مرتبہ علم قایم نہ کیا“۔ (فتاویٰ رضویہ ص ۱۳۱ ج ۱۲)

اس لیے ہم پرلازم وضروری ہے کہ کسی بڑی شخصیت کاادب

واحترام اس کے حسب مرتبہ بجالائیں اور غیرضروری القاب وآداب سے ذات کو بوجھل نہ بنائیں ،حالیہ دنوں میں سرزمین ممبئی کے ایک پوسٹر میں ایک حافظ و قاری اور پرائمری استاذ کے لیے واضح لفظوں میں ''مفکر اسلام'' اور ایک امام اور دینیات کے استاد کے لیے ''عمدۃ العلماء'' کالاحقہ دیکھ کر میں خود حیرت زدہ رہ گیا۔

(۳)فروغ اہل سنت کے لیے امام احمد رضا نے جو دس نکاتی پروگرام مرتب کیا تھا اسے روبہ عمل لانے کی جدوجہد کریں، امام نے حتی المقدور ان نکات کو عملی جامہ پہنا کر دکھایا ہے اور آج ہم انہیں شائع کرکے خراج تحسین تو حاصل کرلیتے ہیں اور ان نکات کی روشنی میں کوئی عملی پیش رفت نظر نہیں آتی۔(الاماشاءاللہ عزوجل)

(۴) امام احمد رضا نے اپنے دس نکاتی پروگرام میں ایک نکتہ یہ پیش فرمایا ہے کہ طبائع طلبہ کی جانچ ہو، تقسیم کار ہو، قابل کار فرد کا انتخاب ہو اور باقاعدگی کے ساتھ منصوبہ بند طریقے سے اسے مطلوبہ کام میں لگایا جائے، ہر میدان کے لیے افراد کا تعین ہو، تاکہ جلسے، جلوس میں بھی مقررین علما پہونچ سکیں اور دوسرے افراد حمایت دین میں تصنیف و تالیف سے وابستہ رہیں۔لیکن آج ایک گھنٹہ کی تقریر کے لیے نامی گرامی خطیب کو اپنی کمائی کا بیس ہزار پچیس ہزار دے کر قوم کو کوئی افسوس نہیں ہوتا اور کسی مصنف یا مقالہ نگار کو حوصلہ افزائی کا ایک ٹیلی فون کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی۔جب کہ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

''حمایت مذہب وردبدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں''

(فتاویٰ رضویہ ص ۱۳۳ ج ۱۲)

(۵)جلسے، جلوس، نیاز، فاتحہ وعرس بزرگاں کی اہمیت وافادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان میں درآئے غیر شرعی رسم ورواج کی وجہ سے ان کے ناجائز وحرام ہونے کا حکم دیا جاسکتا ہے، اگر نکاح جیسے مقدس عمل میں ناچ گانا، فضول خرچ، مردوزن کا آزادانہ اختلاط ہورہا ہے تو ان غیر اسلامی اعمال کی روک تھام کی جائے گی نہ یہ کہ نکاح پر پابندی لگادی جائے گی۔لیکن ذرا اس نکتے پر غور کیا جائے کہ جب وضو جیسے عمل میں اسراف کو غلط ٹھہرایا گیا اور امام احمد رضا کو ''بارق النور فی مقادیر ماء الطہور'' اور'' برکات السماء فی حکم اسراف الماء '' جیسے رسائل تحریر کرنے پڑے تو جلسے، جلوس، نذرونیاز اور عرس و نکاح میں کی جانے والی فضول خرچیاں کیا قابل برداشت ہیں ،کیا یہ سرمائے دین کے دوسرے ان سے اہم کاموں میں نہیں لگائے جاسکتے۔ کیا ان سے کتابیں نہیں چھپوائی جاسکتیں، اخبارات میں باقاعدہ لکھنے والے مقالہ نگاروں کو نذرانے نہیں دیئے جاسکتے ؟

(۶)موجودہ دور صحافت وصارفیت کا دور کہا جاسکتا ہے اس وقت مارکیٹ میں اسی چیز کی ویلو ہے جو خوب سجی سنوری ہو، ظاہری آرائش وزیبائش کا مرقع ہو، ایسے میں کتنی انتہائی گھٹیا چیزیں فیشن کے نام پر مقبول انام ہوجاتی ہیں ،لاکھوں ویب سائٹس انٹرنیٹ پر موجود ہیں اور اپنے اپنے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہی ہیں ، جس میں بے بنیاد ازم خوب پھیل رہا ہے اور کچھ سچائی بھی فروغ پارہی ہے، جب کہ ہمارے پاس تو دین برحق ہے، مسلک برحق ہے، دنیا کی سب سے عظیم سچائی ہے، اور ابھی ہمارے پاس جو تعلیمات وافکار ہیں ان کا سررشتہ دلائل وشواہد کی روشنی میں خیرالقرون سے ملا ہوا ہے، تو اب ان سچی، حقیقی، واقعی تعلیمات کو انٹرنیٹ اور دوسرے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دنیا میں عام کرنے کی جسارت ہم کیوں نہیں کرپارہے ہیں ؟ کچھ ویب سائٹس ہیں بھی تو ان میں صارفین اور ناظرین کے لیے تشفی بخش مواد موجود نہیں یا ہے تو عالمی زبانوں میں ان کے ترجمے نہیں ہیں کہ ہر زبان کا قاری ان سے استفادہ کرسکے، اب اس خاص نکتے کی طرف ہمارے بڑوں کی توجہ ہورہی ہے اور عملی اقدام بھی ہو رہا ہے، امید ہے کہ آئندہ چند سالوں میں فروغ دین کا یہ شعبہ ہماری طرف سے تشنہ نہ دکھائی دے گا۔

اشاعت دین وسنیت کے جس جس شعبے میں جو حضرات کام کررہے ہیں ،انہیں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کی کامیابی کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعاگو ہوں ،اللہ عزوجل ہمارے علما، اساتذہ، مشائخ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے، آمین

☆☆☆

اصلاح معاشرہ میں امام احمد رضا کی سعی بلیغ

مولانا محمد علاؤالدین امن رضوی

اللہ رب العزت جل جلالہ نے انسانوں کی صلاح و فلاح و نجات کے لیے انبیاے کرام علیہم السلام کو اس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں اپنے پیارے محبوب محمد مصطفی ﷺ کو بھیجا۔ چوں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا مسدود ہے، اب اس کی اصلاح فکر و اعتقاد کے لیے یہ ذمہ داری اس امت کے علماے ربانین کے سپرد کی گئی، جیسا کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی علماء انبیاء کے وارثہ ہیں۔(۱)

محدثین فرماتے ہیں کہ وراثت بنی سے مراد علم مصطفی ﷺ ہے۔ جب ہم اپنے آقا مصلح اعظم کی سیرت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ آپ ﷺ کے تبلیغ کے دو اہم پہلو ہیں ان میں سے ایک اصلاح معاشرہ بھی ہے چوں کہ انبیاے کرام کے بعد اب تبلیغ و اصلاح کی ذمہ داری علما کے سپرد ہوئی؛ اسی لیے ہر دور میں علماے ملت اسلامیہ نے اپنی اپنی وسعت کے مطابق جہاں دین و سنیت کی تبلیغ و اشاعت کی وہیں سماجی اور معاشرتی اصلاح بھی فرمائی اور وہی علما حقیقت میں نیابت رسول کا حق ادا کیے اور دنیا میں ہمیشہ کے لیے اپنے نقوش چھوڑ گئے، اور ان کا نام آج تک ہمارے دلوں میں زندہ و تابندہ ہے اور رہے گا۔

انہیں میں سے ایک نام مجدد اعظم فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق مصطفی جان رحمت حضرت علامہ شاہ مفتی احمد رضا رضی اللہ عنہ کا ہے جنھوں نے معاشرہ میں پھیلی ہوئی انگنت برائیوں کی اصلاح میں اپنا تن من دھن قربان کر دیا؛ آپ کی پوری زندگی دینی، ملی، سماجی اور معاشرتی خدمات میں گزری۔ سماج میں پھیلی ہوئی منکرات و بدعات، برے رسم و رواج کو ختم کرنے اور سماج کو اسلامی معاشرہ بنانے میں مجدد اعظم نے جو محنتیں کی اس کی مثال دور دور تک نظر نہیں آتی۔ جہاں امام احمد رضا ایک داعی اسلام عاشق رسول تھے وہیں بہت بڑے سماج سدھارک بھی تھے، امام احمد رضا مجدد تھے اور بحیثیت مجدد امت کے ہر برے رسوم، سماجی گندگیاں، اعمال قبیحہ و افکار شنیعہ کی قندیلیں توڑ کر اسلامی شمعیں روشن کی اور معاشرہ میں پھیلی دھول کو صاف کیا اور سماج کو سچے اچھے مذہب اسلام کی راہ دکھائی، اگر امام احمد رضا کو اس صدی کا سب سے بڑا مصلح کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

حیرت ہے ان لوگوں پر جو امام احمد رضا کو جانے بغیر صرف سنی سنائی باتوں پر بدعتی کہتے ہیں، جو اس مرض میں مبتلا ہیں انھوں نے یا تو امام کی حیات کا جائزہ نہیں لیا یا پھر امام کی کتابیں مطالعہ نہیں کیں یا پھر وہ کالے دل والے عدو دین ہوں گے، ہم انہیں دعوت دیتے ہیں امام کی کتاب زندگی کا آپ تنقیدی جائزہ لیجیے پھر آپ الزام بدعتی کی رٹ لگانا، مگر جن لوگوں نے امام کی زندگی اور ان کی کتابیں دیکھی ہیں وہ اپنے تو اپنے غیر بھی یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ امام احمد رضا نے جس طرح اسلام میں لگی دھول صاف کی اور بلا خوف لومۃ لائم ہر ایک کی اصلاح کی آج ان کا بدل نظر نہیں آتا۔

اب ذیل میں امام احمد رضا کی اصلاح معاشرہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیے کیا ایسے امام پر بدعتی ہونے کا الزام درست ہے؟

اعراس بزرگان آتش بازی اور نیاز لٹانا:

آج جس طرح بزرگوں کے اعراس میں افعال شنیعہ قبیحہ سرزد ہو رہے ہیں یہ کسی پر مخفی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین کے فیوض و برکات سے مکمل طور پر ہم مستفیض نہیں ہو رہے کیوں کہ ہمارے معاشرے نے اس کو کھیل تماشا بنادیا ہے، اس سلسلے میں امام احمد رضا سے سوال کیا گیا تو آپ نے کس طرح بدعات کی خرمن کو نذر آتش کر دیا ملاحظہ فرمائیں۔

عرض: حضور بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟

ارشاد: بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قدر فیوض عطا کرتے تھے وہ اب کہاں۔ (۲)

اسی طرح اعراس بزرگان دین میں بعض جاہل لوگ آتش بازی اور نیاز کا کھانا لٹاتے ہیں اس کے بارے میں سرکار اعلی حضرت کا حکم ملاحظہ فرمائیں:

آتش بازی اسراف ہے، اور اسراف حرام ہے اور کھانے کا لٹانا بے ادبی ہے اور بے ادبی محرومی ہے، تضییع مال ہے، اور تضییع حرام، روشنی اگر مصالح شرعیہ سے خالی ہو تو وہ بھی اسراف ہے۔ (۳)

طواف قبر و بوسہ قبر:

طواف قبر و بوسہ قبر کے تعلق سے سرکار اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

بوسہ قبر میں علما کا اختلاف ہے، اور احوط منع ہے، خصوصا مزارات طیبہ اولیاے کرام کہ ہمارے علمانے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل کیوں کر متصور ہے یہ وہ ہے جس کا فتوی عوام کو دیا جاتا ہے۔ اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔

لکل مقام مقال ولکل مقال رجال ولکل رجال مجال ولکل مجال مآل نسئل الله حسن مال و عنده علم بحقيقة كل حال. والله تعالى اعلم.(۴)

بوسہ قبر ہی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

بعض علما اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطاء میں ہے کہ کفایہ الشعبی میں قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوۃ میں بعض آثار میں اس کے وارد ہونے کا ارشاد کیا اور اس پر کوئی جرح نہ کی۔

مگر جمہور علما مکروہ ہی جانتے ہیں تو اس سے احتراز ہی چاہیے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے کہ قبر کو نہ ہاتھ لگائے، نہ ہی بوسہ دے۔

مولانا علی قاری منسک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں کہ طواف، کعبہ کی خصوصیات ہے تو انبیا و اولیا کی قبروں کے گرد حرام ہوگا۔

مگر اسے مطلقا شرک ٹھہرا دینا جیسا کہ طائفہ وہابیہ کا مزعوم ہے محض باطل وغلط اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے۔(۵)

آداب زیارت روضہ رسول کریم ﷺ:

خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اور اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی، ان کی نگاہ کریم اگرچہ تمھاری طرف تھی اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے والحمد للہ۔

زیارت روضہ انور سید اطہر ﷺ (رزقنا الله العود اليهاد بقبوله) (ہمیں اللہ تعالیٰ دوبارہ روضہ اطہر کی زیارت نصیب فرمائے بشرطیکہ قبولیت ہو) کے وقت نہ دیوار کریم کو ہاتھ لگائے، نہ چومے، نہ اس سے چمٹے، نہ طواف کرے نہ جھکے نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں۔ (میں کہتا ہوں) بوسہ میں اختلاف ہے اور چھونا چمٹنا اس کے مثل اور احوط منع اور علت خلاف ادب ہونا۔ شرح لباب صفحہ مذکورہ: اما السجدة فلا شك انها حرام فلا يغتر الزائر بمايرى من فعل الجاهلين بل يتبع العلماء العالمين۔

رہا مزار انور کو سجدہ وہ تو حرام قطعی ہے تو زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکا نہ کھائے بلکہ علماے باعمل کی پیروی کرے۔(۶)

عورتوں کا مزارات پر جانا:

اس بارے میں فاضل بریلوی سے پوچھا گیا:

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں یا اس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں، پاکی ناپاکی کی حالت میں، بھلائی کی طلب وحاجت برائی کے لئے وہاں بیٹھتی ہیں تو اس قبرستان میں ان کا ٹھہرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ باتیں بری ہیں تو اس بزرگ میں تصرف وقوت اس کے روکنے کی ہے یا نہیں اور کہا جاتا ہے کہ دربار بزرگان میں آنے والے ان کے مہمان ہیں۔ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

اور جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرف نہیں کرسکتے اور یہ دلیل لاتے ہیں کہ اگر وہ تصرف کرسکتے تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں، ان کے پیچھے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں تو کیوں نہیں روکتے۔ یہ کہنا ان لوگوں کا اور ان کی یہ دلیل صحیح ہے یا نہیں اور اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب:

عورتوں کو مزارات اولیا ومقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ اولیاے کرام کا مزارات سے تصرف کرنا بیشک حق ہے، اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل۔ اصحاب مزارات دائرۂ تکلیف میں نہیں ہیں، وہ اس وقت محض احکام تکوینیہ کے تابع ہیں سینکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں، اللہ عزوجل تو قادر مطلق ہے کیوں نہیں روکتا۔ حاضران مزار مہمان ہوتے ہیں مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں۔(۷)

یہی سوال ایک اور موقع پر کیا جاتا ہے۔

عرض: حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: غنیہ میں ہے۔ یہ نہ پوچھو کے عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں۔ بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے، لعنت شروع ہوجاتی ہے۔ اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب الواجبات ہے۔ قرآن عظیم نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بنایا۔ (۸)

عشرہ محرم میں دن کو روٹی نہ پکانا جھاڑو نہ دینا شادی بیاہ نہ کرنا:

آج ہمارے یہاں یہ معمول بن چکا ہے کہ محرم الحرام کے دس تاریخ کودن میں لوگ کھانا بنانا، جھاڑو لگانا، شادی بیاہ کرنا سب بند کردیتے ہیں اور سارے گھروں میں غم کا ماحول ہوتا ہے، اس تعلق سے امام احمد رضا سے سوال کیا گیا تو آپ نے کیا جواب دیا، ملاحظہ فرمائیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں:

(۱) بعض اہل سنت وجماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں، اور نہ جھاڑو دیتے ہیں، کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔

(۲) ان دس دن میں کپڑے نہیں اتارتے۔

(۳) ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے۔

(۴) ان ایام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

پہلی تین باتیں سوگ ہیں اور سوگ حرام ہے۔ اور چوتھی بات جہالت ہے، ہر مہینے میں ہر تاریخ ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے۔ (۹)

تعزیہ پر چڑھائی ہوئی مٹھائی:

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا معاشرہ بدعات و خرافات کی طرف بڑھ رہا ہے، اور نت نئے بدعتوں کا ہمارا سماج استقبال کر رہا ہے اگر کوئی سمجھائے تو جاہل گنوار اسے ہی غلط سمجھنے لگتے ہیں، اسی طرح تعزیہ پر مٹھائی وغیرہ چڑھانے کے تعلق سے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کیا فرماتے ہیں دیکھیے:

تعزیہ پر جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے، اگرچہ حرام نہیں ہوجاتی مگر اس کے کھانے میں جاہلوں کی نظر میں ایک امر ناجائز شرعی کی وقعت بڑھاتی اور اسکے ترک میں اس سے نفرت دلاتی ہے، لہذا نہ کھائی جائے۔ (۱۰)

شادی کے گانے باجے:

آج کل شادیوں میں جو بدعات و منکرات کا کھلے عام ارتکاب کیا جاتا ہے، اور ڈانس، باجے، ڈیجے، بجایا جاتا ہے، امام احمد رضا سے اس کے بابت سوال ہوا تو آپ فرماتے ہیں:

عرض: حضور نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعا کیا حکم رکھتا ہے؟

ارشاد: خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز و حرام ہیں۔ (۱۱)

ہم نے کچھ اقوال قارئین کے نذر کیے ورنہ اگر صرف اصلاح معاشرہ پر مجدد اعظم امام احمد رضا رضی المولی تعالی عنہ کے تحریرات و خدمات پر سیر حاصل گفتگو کی جائے تو اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ اور جس نے بھی امام کی مذکورہ موضوع پر کتابیں مطالعہ کیں وہ اپنے ہو یا بیگانے امام احمد رضا کو دور حاضر کا سب سے بڑا سماج سدھارک کہے بغیر نہ رہ سکا۔ امام احمد رضا نے جس طرح بدعات و خرافات کو مٹا کر ایک اسلامی معاشرہ اسلامک سوسائٹی، لوگوں کے سامنے پیش کیا ضرورت ہے کہ ہم امام کی ہر ہر باتوں پر عمل کریں۔ امام احمد رضا نے دور حاضر کے تمام تر فتنوں کو کچل کر ہمیں حسن معاشرہ کی تعلیم دی۔ لیکن افسوس صد افسوس ہم تعلیمات سیدنا سرکار امام احمد رضا پر عمل نہ کر کے مخالفین کو اعتراض کرنے کا موقع فراہم کر رہے ہیں۔ آئیے میرے سنی بھائیوں ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم خود خرافات و بدعات سیئات سے بچیں گے اور اپنے دیگر اسلامی بھائیوں کو بھی اسلامی معاشرہ میں زندگی گزارنے کی تلقین و تبلیغ کریں گے اور اپنے امام احمد رضا کی مشن کو تمام عالم میں بحسن وخوبی پھیلانے کی کوشش کریں گے۔ یہی امام احمد رضا سے سچی محبت کی دلیل ہے۔ اب اخیر میں علامہ عبدالحکیم اخترشاہ جہاں پوری کی باتوں پر ختم کرتا ہوں۔ مولانا عبدالحکیم شاہجہاں پوری لکھتے ہیں:

امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے مقدس شجرہ اسلام میں غیر اسلامی نظریات کی پیوند کاری کرنے والوں سے جہاد کیا، نیز علمائے حق و علمائے سو میں پہچان کرائی، اور ایسے مصلحین کے تعاقب میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے جنہوں نے نئے نئے فرقے بنا کر مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کیا اور جو بات بات پر سچے اور پکے مسلمانوں کو بھی مشرک اور بدعتی وغیرہ ٹھہراتے رہتے تھے۔ (۱۲)

ماخذ و مراجع

(۱) سنن ترمذی، باب الفقہ علی العبادۃ، ح:۲۶۸۲۔
(۲) ملفوظات اعلیٰ حضرت، المکتبۃ المدینۃ کراچی ص ۳۸۳
(۳) فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۱۱۲
(۴) احکام شریعت، حصہ: ۳، ص:۳
(۵) فتاوی رضویہ، ج:۹، ص:۵۲۶ تا ۵۲۷
(۶) فتاویٰ رضویہ، ج:۲۲، ص:۴۷۵
(۷) احکام شریعت، حصہ:۲، ص:۱۷۳
(۸) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص:۳۱۵
(۹) احکام شریعت، حصہ:اول، ص:۱۴۵
(۱۰) تعلیمات اعلی حضرت، قاری میکائیل ضیائی، ص:۹۷
(۱۱) ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص:۹۷
(۱۲) امام احمد رضا کی فقاہت، ص:

☆☆☆☆☆

یادِ رفتگاں

ملک نیپال کے ایک عظیم مبلغ اسلام

مفتی مجاهد رضا امجدی

خاتم المرسلین ﷺ نے العلماء ورثۃ الانبیاء وانا وارث العلم فرما کر اپنی امت کے نیک بندوں کے ذمہ اسلام وشریعت کی ذمہ داری عطا فرمادی ان نفوسِ قدسیہ نے صداقت وعدالت، سخاوت وشجاعت، صبروشکر، کرامت واستقامت کے ساتھ شریعت وطریقت کو پروان چڑھایا اوران شاء اللہ پروان چڑھاتے رہیں گے۔ انہیں نفوس قدسیہ میں سے ملک نیپال میں دین اسلام کا اول معلم، قطب نیپال، عظیم داعی، مبلغ، مناظر، پیرطریقت، استاذالعلماء والحفاظ، حضرت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جن کا نام آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ جنھوں نے ملک نیپال جہاں کفروشرک کی گھٹاٹوپ تاریکیاں اتنی زور وشور پر تھی کہ پورے نیپال میں وحدہ لاشریک کا نام لیوا دور دور تک نظر نہیں آرہا تھا، ہاں کچھ لوگ نظر بھی آرہے تھے لیکن کفر کی تاریکیاں ان پر اتنی غالب تھی کہ بتوں کے نام پیڑھیاں، نذر، چڑھاوا کا دور دورہ تھا عالم انسانیت سسک رہی تھی کفروشرک نے اپنا جڑ مضبوط کرلیا تھا ہندویت غالب نظر آرہی تھی ہر آنکھ کسی ہادی کا انتظار کررہی تھی اخیر میں نبیِ رحمت کی رحمت جوش میں آئی ربِّ رحیم کی رحمت کام آئی اوراللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب بندہ استاذالعلماء والحفاظ قطب نیپال حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا محمد زاہد حسین قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف بہ زاہد ملت کو ملک نیپال کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ضلع مہوتری کے ایک مشہور بستی علی پٹی میں ۱۳۲۵ہجری مطابق ۱۹۰۴ عیسوی، موافق ۱۹۷۱کو ملک نیپال میں اسلام کا اول معلم بناکر پیدا فرمایا۔

زاہد ملت کی شخصیت:

اٹھائے کچھ ورق لالہ نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

استاذالعلماء حضرت علامہ الحاج مولانا حافظ زاہد حسین صاحب مجیبی علیہ الرحمہ۔ آپ جہاں ایک عابد شب زندہ دار تھے وہیں تقویٰ وطہارت اور عامل معمولات اہل سنت میں یکتائے روزگار اور مسلک اعلیٰ حضرت کے پاسدار تھے۔ آپ حصول تعلیم ہی کے زمانے میں نماز پنجگانہ کے علاوہ چاشت، اشراق اور تہجد کے پابند تھے۔ حنیف ملت حضرت مولانا محمد حنیف صاحب علیہ الرحمہ (جن کا مزار کٹیا مدرسہ کے صحن میں مرجع خلائق ہے۔) جب زاہد ملت کے وصال کے موقع پر علی پٹی تشریف لائے اور ان کے چہرہ کی زیارت کرنے گئے تو ان کی پیشانی پر بعد وصال پسینہ ملاحظہ فرمایا جو ارشاد رسول اللہ ﷺ کے مطابق ایک مومن کے خاتمہ بالخیر یعنی بحالت ایمان موت ہونے کی علامت سے ہے تو اس موقع پر حضرت حنیف ملت نے فرمایا کہ حافظ زاہد حسین صاحب جس وقت فیض الغرباء میں طالب علم تھے اسی وقت سے نماز تہجد کے پابند تھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ دیر رات تک کتب بینی کرتے رہے سونے میں قدرے تاخیر ہوگئی تہجد کے لیے بیدار نہ ہوسکے جب فجر کی اذان ہوئی تو آنکھ کھلی فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد نماز تہجد چھوٹ جانے کا اظہار افسوس کرتے اور اپنے نفس سے مخاطب ہوکر یہ کہتے کہ اے نفس میں تجھے اسی لئے کھلاتا ہوں کہ تو موٹی ہوجائے مجھ کو یاد خدا سے روک دے میں تجھے تین شام تک کھانے نہیں دوں گا۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور تین شام تک کھانا تناول نہیں کیا۔ یہ تھا زاہد ملت علیہ الرحمہ کے زمانۂ طالب علمی سے عبادت گزاری کا عالم اور تاحینِ حیات ان کی عبادت گزاری کی جو کیفیت تھی آج بھی اہل علاقہ سے جوان کی عبادت گزاری ملاحظہ کرچکے ہیں اس کے گواہ ہیں۔ جس کی نظیر پیش کرنے سے آج بھی زمانہ قاصر ہیں حضرت مولانا رحیم بخش آروی علیہ الرحمہ جو سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ تھے اور حضرت سید شاہ بدرالدین پھلواروی کے مریدین کے قائم کردہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ، بہار میں جماعت اہل سنت کے زبردست جید عالم دین حضرت مولانا ابراہیم آروی علیہ الرحمہ کے زیر سایہ کرم رہ کر آپ نے تعلیم حاصل کی اور ۱۳۵۰ہجری میں فارغ التحصیل اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

چوں کہ مدرسہ فیض الغرباء آرہ ضلع بھوجپور بہار خلیفہ سرکار اعلیٰ حضرت کا قائم کردہ ہے بایں وجہ اس مدرسہ کے جلسہ دستار بندی میں

جہاں سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ تشریف لاتے رہے وہیں صوبہ بہار کے مشہور ومعروف اہل سنت کی خانقاہ مجیبیہ پھلواری کے سجادہ نشیں حضرت شاہ محی الدین پھلواروی علیہ الرحمہ بھی تشریف لاتے رہے اوران دونوں بزرگوں کے درمیان باہمی ملاقات اور بات بھی ہوتی رہی اور ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ ملتے بھی رہے۔

حضرت زاہد ملت علیہ الرحمہ تحصیل علم کے بعد چوں کہ آرہ سے پھلواری قریب تر ہے آپ حضرت شاہ محی الدین پھلواروی سے بیعت ہوگئے اور ایک مرید کامل کی طرح ان کے عقیدت مند ہوگئے اور تاحین حیات اپنے پیرومرشد کے مزار پر ہر سال حاضری دیتے رہے۔

یہ وہ دور تھا کہ ملک نیپال کے اس علاقہ میں مسلمانوں کے اندر زبردست جہالت تھی۔ کسی میاں جی کا ملنا بھی بڑا دشوار تھا بایں وجہ جب کسی میاں جی سے لوگوں کی ملاقات ہوجاتی تو ان کی بڑی عزت کرتے اور بوجہ لاعلمی جاتے وقت ان سے چھری پڑھوا کر اپنے پاس رکھ لیتے اور اسی چھری سے سالہا سال جانور ذبح کرتے اور اس کا گوشت کھاتے۔

آپ کی فراغت کے بعد علاقہ کے دینی حمیت رکھنے والے چند حجاج کرام نے دینی ادارہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ۱۳۵۱ ہجری میں علی پٹی کے اندر دارالعلوم قادریہ کو قائم فرمایا اور بحیثیت صدرالمدرسین آپ بحال کئے گئے۔

درس وتدریس: اوپر مذکور ہوا کہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نے بعد فراغت نیپال کے حالات وضرورت کے پیش نظر علاقہ کے چند مخلص ومخیر حجاج کرام کے تعاون سے ۱۳۵۱ ہجری کو دارالعلوم قادریہ کی بنیاد رکھی۔ پھر کیا تھا تعلیم کا سلسلہ چلا اور ایسا چلا کہ علاقہ اور قرب وجوار کے علاوہ شمالی سرحدی ہند کے طلبہ کے کثیر تعداد علم وفن سے آراستہ ہونے کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور خوب، خوب اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ دارالعلوم قادریہ میں آپ نے روز اول سے ۳۴ سال تک درس وتدریس کا عظیم فریضہ انجام دیا اور قابل قدر شاہین صفت شاگرد پیدا کیے جن میں سے چند اسماء گرامی قابل ذکر ہیں جس سے بخوبی اندازہ ہوگا کہ زاہد ملت علیہ الرحمہ کا علمی مقام ومرتبہ کیا تھا اور آپ کی مخلصانہ کوششیں کیسی تھیں۔

(۱) محدث اعظم نیپال استاذ العلما حضرت علامہ محمد کلیم الدین علیہ الرحمہ

(۲) مناظر اہل سنت ادیب شہیر حضرت علامہ ساجد حسین قادری مصباحی علیہ الرحمہ

(۳) پاسبان ملت حضرت علامہ یوسف مجیبی رضوی علیہ الرحمہ

(۴) مناظر اہل سنت شیر اعلی حضرت حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب قبلہ

(۵) مناظر اہل سنت فخر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ

(۶) جامع معقولات ومنقولات قاضی نیپال حضرت مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ

(۷) حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب قبلہ، بیلا جنک پوردھام

(۸) حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب قبلہ وغیرہم۔

مشائخ کرام سے عقیدت اور تصلب فی الدین: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ مشائخ عظام واولیاے کرام خصوصًا غوث صمدانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ سے بے پناہ عقیدت اور عشق کی حد تک محبت فرماتے، جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ۱۳۵۱ھ میں علی پٹی کے اندر جب دارالعلوم کو قائم فرمایا تو اس کی نسبت کسی اور کی طرف نہیں بلکہ غوث پاک کی طرف نسبت کرکے دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین نام رکھا اور اعلیٰ حضرت خان فاضل بریلوی سے محبت کا کیا پوچھنا کہ جب کبھی بحث ومباحثہ ہوتی یا کوئی مسئلہ استفسار کیا جاتا تو آپ فرماتے کہ اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ میں ایسا فرمایا ہے اور محبت وعقیدت کی بین دلیل یہ ہے کہ جب آپ کے صاحبزادے دارالعلوم اشرفیہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ مرشد برحق، شبیہ غوث اعظم، شہزادہ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم ہند کے مقدس ہاتھوں بیعت وارادت کا شرف حاصل کرلیں اور آپ نے ایسا ہی کیا۔ یہ ہے مشائخ کرام سے عقیدت اور تصلب فی الدین کا عالم۔

مالک حقیقی سے جاملے: اس طریقے سے حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ اپنی زندگی کے ہر ہر لمحہ کو خداے وحدہ لاشریک کی عبادت، عشق رسول اور دین متین کی خدمت میں گزاری اور خلق خدا کی خدمت کرتے ہوئے ۴؍ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرگئے۔

☆☆☆☆☆

تعزیہ داری: کچھ ضروری باتیں

عبدالرحیم ثمر مصباحی پرڑیاوی

محرم الحرام اسلامی کلینڈر کا پہلا مہینہ ہے اور مسلمانوں کے لیے کئی اعتبار سے مقدس اور متبرک ہے۔ اسلامی تاریخ کے بہت سارے اہم واقعات اس مہینے میں رونما ہوئے ہیں۔ اس مہینے میں ایک خاص دن ہے جسے یوم عاشورہ کہا جاتا ہے۔ حدیثوں میں اس کی بے انتہا فضیلتیں وارد ہیں۔ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے یوم عاشورہ کا روزہ فرض تھا لیکن جب رمضان کے روزے کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی البتہ سنت اور کارِ ثواب کی حیثیت سے اس کی اہمیت اب بھی برقرار ہے۔

اس بابرکت اور اہم مہینے کو ہند و نیپال کے مختلف خطوں میں لوگ کھیل تماشے کے طور پر مناتے ہیں اور اسلام کی جھوٹی شان کی خاطر بہت سارے خرافات کرتے ہیں۔ خاص طور سے نیپال کے ترائی علاقے اور نیپال سے متّصل بہار کے متھلانچل خطے میں اس مہینے میں تعزیہ داری، عورتوں کا گانا بجانا، ڈھول تاشے، چوکی بھرنا، جنگی کودنا وغیرہ خرافات بے جھجک کیے جاتے ہیں۔ افسوس تو تب ہوتا ہے جب یہ سارے کام دین و مذہب اور اسلام کی شان کے نام پر کرتے ہیں اور کچھ مولوی افراد ان خرافات کے جواز پر دلیلیں بھی پیش کرنے میں نہیں جھجھکتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مولانا صاحب جمعہ میں محرم کی فضیلت و اہمیت پر تقریر کر رہے تھے بولتے بولتے کہنے لگے کہ ''اعلیٰ حضرت نے تعزیہ داری کے خلاف فتوی عقل، سے دیا ہے اور 'عقل' عشق کے خلاف ہے۔ ہم تو 'عشق' والے ہیں لہذا تعزیہ داری کرتے ہیں اور کرتے رہیں گی''۔ نعوذ باللہ من ذالك! اس وقت بھاری بھرکم القابات والے علما بھی تھے جو سینہ ٹھونک کر خود کو ناشر مسلک اعلیٰ حضرت کہتے پھرتے ہیں لیکن کسی نے اس امام صاحب کو ٹوکنے کی زحمت تک نہ کی۔ سب صم بکم عمی کی تصویر بنے رہے اور مجھے تو ایک معمولی طالب علم سمجھ کر کچھ کہنے نہیں دیا گیا۔

تعزیہ داری (داہا) کیا ہے ؟: نیپال کے ترائی علاقے میں مختلف خرافات کے مجموعہ کا نام تعزیہ داری ہے، یہ خرافات دسویں ذی الحجہ سے لیکر تیرہویں محرم الحرام اور کبھی کبھی بیس صفر المظفر تک مختلف صورتوں میں کیے جاتے ہیں۔ عید الاضحیٰ کے دن تیسرے پہر ڈھول تاشے اور عورتوں کی جھرمٹ میں ہائے ہائے کرتے ہوئے تعزیہ (داہا) کے لیے بانس کاٹتے ہیں، پھر مہنگے کاریگروں کو تعزیہ بنانے پر مامور کر دیتے ہیں، جوں ہی محرم کا چاند نظر آتا ہے لوگ پورے مہینے کو منحوس تصور کرنے لگتے ہیں اور کسی بھی کام کے کرنے کو حرام یا کم سے کم اشبھ خیال کرنے لگتے ہیں، پھر مرد حضرات پوری دلچسپی کے ساتھ لاٹھی لاٹھی کھیلنے کی مشق (پریکٹس) میں لگ جاتے ہیں۔ خواتین ہائے ہائے کی تیاری میں یک جٹ ہو جاتی ہیں، آٹھویں محرم کو مٹکور کچھ اس طرح ہوتا ہے کہ لوگ لاٹھی بھالا لیے ڈھول تاشے کے ساتھ جلوس کی شکل میں نکلتے ہیں جن کے پیچھے عورتیں برابر سُر میں سُر ملا کر گیت گاتی ہوئی آتی ہیں پھر سب لوگ ایک مخصوص جگہ جاتے ہیں جہاں ہر سال مٹکور ہوتا ہے، عورتوں کو قدرے پرے رکھ کر لوبان اگربتی سلگاتے ہیں اور زمین سے اجازت مانگ کر تین پانچ یا سات مٹھی مٹی نکالتے ہیں اور بڑے ہی ادب و احترام کے ساتھ اسے لیکر آتے ہیں، پھر کل ہو کر جہاں تعزیہ رکھنا ہے ایک چبوترہ بناتے ہیں اور اس کے بیچ گڑھا کرکے مٹی کو اس میں رکھتے ہیں اور اس کے چاروں طرف لوگ میٹھی چیزوں پر امام حسین کے نام فاتحہ دلواتے ہیں، اس کو چوکی

بھرائی کہا جاتا ہے۔ پھر رات بھر عورتیں گیت گاتی ہیں اور مرد حضرات مختلف کھیل کھیلتے ہوئے شب بیداری کرتے ہیں، کل ہوکر یعنی یوم عاشورہ کے دن تعزیہ کو "رن" میں لے جاتے ہیں جہاں اور بھی دو چار گاؤں کے تعزیہ لاتے ہیں اور اچھا خاصا میلہ لگا ہوتا ہے، بے پردہ اچھلتی کودتی عورتیں، مختلف کھانے پینے کی چیزوں کی چھوٹی چھوٹی دکانیں، ڈھول تاشے کے ساتھ آہوسے آہوسے (یاحسین) کرتے لوگ، ایک عجیب طوفان بدتمیزی برپا رہتا ہے پھر وہاں تعزیہ ملن کرتے ہیں، بسا اوقات تعزیہ ملن میں مار پیٹ کی بھی نوبت آجاتی ہے، پھر وہاں سے "کربلا دور ہے جانا ضرور ہے" کا نعرہ لگاتے ہوئے مصنوعی کربلا کی طرف روانگی ہوتی ہے، مصنوعی کربلا، علاقے کے کچھ گاؤں کے قبرستانوں میں مزار کی شکل کی دو خالی قبریں ہوتی ہیں لوگ عام دنوں میں اس کے طواف اور زیارت کو باعث ثواب سمجھتے ہیں، اسی مصنوعی کربلا میں تعزیہ سے پھول کے ہار کو اتار کر ڈالنے کو تعزیہ دفن کرنا کہتے ہیں، پہلے دفن کرنے کو لیکر لڑائی جھگڑا ہونا عام بات ہوتی ہے، جب دفن سے فارغ ہوتے ہیں تو باجرہ یا جو کی روٹی بطور تبرک کھاتے ہیں اور خواتین اپنی اپنی چوڑیاں توڑ کر پھینک دیتی ہیں گویا وہ بیوہ ہوگئیں، پھر نوحہ و مرثیہ پڑھتے ہوئے اور ہائے ہائے کرتے ہوئے واپس آجاتی ہیں۔

تعزیہ داری کے خلاف سرکار اعلی حضرت کا فتوی: تعزیہ داری میں اتنے ناجائز و حرام اور خرافات ہونے کے باوجود کچھ لوگ تعزیہ کو امام حسین کے مزار مقدس کی شبیہ اور نقل کہ کر تعزیہ داری کی رسم عقیدت سے کرتے اور کرواتے ہیں مگر سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز "فتاوی رضویہ" میں اس تعزیہ داری کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

تعزیہ ہرگز اس کی نقل نہیں، نقل ہونا در کنار بنانے والوں کو نقل کا قصد بھی نہیں۔

مزید منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہر جگہ نئی تراش نئی گھڑت جسے اس اصل سے نہ کچھ علاقہ نہ نسبت پھر کسی میں پریاں کسی میں براق کسی میں اور بیہودہ طمطراق پھر کوچہ بکوچہ و دشت بدشت اشاعت غم کے لئے ان کا گشت، اور اس کے گرد سینہ زنی ماتم سازشی کی شور افگنی، حرام مرثیوں سے نوحہ کنی، عقل ونقل سے کٹ چھنی، کوئی ان کھپچیوں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے کوئی مشغول طواف کوئی سجدہ میں گرا ہے کوئی اس مایہ بدعات کو معاذاللہ جلوہ گاہ حضرت امام عالی مقام سمجھ کر اس ابرک پنی سے مرادیں مانگتا منتیں مانتا ہے۔ عرضیاں باندھتا حاجت رواجانتا۔ پھر باقی تماشے باجے تاشے مردوں عورتوں کا راتوں کو میل اور طرح طرح کے بیہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں، غرض عشرہ محرام الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت و محل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بیہودہ رسموں نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کردیا، رنگ رنگ کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن فاسقانہ، یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا یہ ساختہ ڈھانچ بعینہا حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان کے پاک جنازے ہیں: ع

اے مومنو! اٹھاؤ جنازہ حسین کا

گاتے ہوئے مصنوعی کربلا پہنچے، وہاں کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کردئے، یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم ووبال جدا گانہ رہے اللہ تعالی صدقہ حضرات شہدائے کرام کربلا علیہم الرضوان والثناء کا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور بدعات سے توبہ دے آمین آمین!

اب سرکار اعلی حضرت فتوی دیتے ہیں، لہذا تعزیہ داری کہ اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعا بدعت و ناجائز و حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۱، ص:۴۲۱ تا ۴۲۴)

ہمارے علاقے میں تعزیہ داری مذکورہ طریقہ سے ہٹ کر نہیں ہوتا ہے، بلکہ معمولی اختلاف سے یہی طریقہ رائج ہے جس

کے بارے میں سرکارے اعلی حضرت نے بدعت، ناجائز اور حرام کہاہے۔

اب جو لوگ کربلاے معلی کی شبیہ بنانے کو لیکر پوری تعزیہ داری کو جواز فراہم کرتے ہیں انہیں اعلی حضرت کا یہ فتوی بھی پڑھ لینا چاہیے:

لہذا دربارہ کربلاے معلی اب صرف کاغذ پر صحیح نقشہ لکھا ہوا محض بقصد تبرک بے آمیزش منہیات پاس رکھنے کی اجازت ہو سکتی ہے ۔ (ایضا)

تعزیہ داری کا سد باب اور ہماری ذمہ داریاں: محرم الحرام میں ہونے والے ان خرافات سے مسلم سماج کو پاک وصاف کرنا بہت مشکل کام نہیں ہے، کیوں کہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام پر ان سے بھی بڑے بڑے فتنوں کا طوفان آیا اور مختلف ادوار میں مسلم معاشرہ کئی طرح کے خرافات سے دوچار ہوا لیکن ہمارے اسلاف نے ان فتنوں کو نہ صرف روکا بلکہ نام و نشان تک مٹا ڈالا۔ تعزیہ اور اس کے ساتھ ہونے والے دیگر خرافات کو ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے ضروری ہے کہ لوگوں کے اندر دین کی صحیح سمجھ پیدا کریں۔ اسلامی تعلیمات اور صحیح پیغامات ہی انھیں ان خرافات سے بچا سکتی ہیں۔ کچھ بھولے بھالے لوگ اسلام اور مسلمانوں کی شان کے نام پر یہ سارے خرافات کر جاتے ہیں، انھیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اسلام کی شان کس میں ہے۔ انھیں بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی شان یہ نہیں کہ میلہ لگا کر خلاف شرع کام کیا جائے بلکہ مسلمانوں کی شان تو یہ ہے کہ ان کی مسجدیں آباد اور ان کی عورتیں باپردہ رہیں اور ان کے عمل کو دیکھ کر پتہ چلے کہ یہ مسلمان ہیں۔

معذرت کے ساتھ میں علما طبقہ سے ایک گذارش کرنا چاہوں گا کہ محرم الحرام کو آپ کمانے کا سیزن نہ سمجھیں بلکہ اگر آپ کو پروگرام کی دعوتیں ملتی ہیں تو اس کا استعمال عوام کی اصلاح کے لیے کریں۔ ذکر شہداے کرام کی محافل میں صرف واقعات ہی بیان کرنے پر اکتفا نہ کریں بلکہ ان غلط رسم و رواج کے خلاف بولیں بھلے لوگوں کو تقریریں پسند آئے یا نہ آئے اپنی ذمہ داریوں سے پیچھے نہ ہٹیں۔ لوگوں کو بتائیں کہ محبت حسین اور محبت اہل بیت ہر گز یہ نہیں کہ تم تعزیہ داری یا خلاف شرع کام کرو بلکہ محبت اہل بیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم شہدائے کربلا کے نام ایصال ثواب، قرآن خوانی اور ان کے ذکر خیر کی محافل کا اہتمام کرو، روزہ رکھو، ان کے نام بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، پیاسوں کو پانی پلاؤ اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرو۔ یہ ہے حقیقی محبت حسین اور محبت اہل بیت۔ میلہ ٹھیلا، کھیل تماشا، جشن اور خوشیاں منانا یہ تو خالص یزیدیوں کا طریقہ ہے جو انھوں نے شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد کیا تھا۔ ساتھ ہی ہم سب کو انفرادی کوششیں بھی کرنی چاہیے۔ اپنے اپنے حلقوں میں اپنے ملنے جلنے والوں کو تعزیہ داری کے خرافات سے آگاہ کریں، انھیں سمجھائیں کہ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ ناجائز و حرام کام ہے جو باعث گناہ و عذاب ہے۔ اس لیے اس سے خود بھی بچیں اور اپنے گھر، پڑوس اور سماج کو بھی اس سے دور رکھیں۔ ساتھ ہی ساتھ گاؤں گاؤں کے باشعور اور ذمہ دار افراد پر ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی بساط کے مطابق اپنے گاؤں اور گھروں میں پابندیاں لگائیں، اگر ممکن ہو تو سزا اور جرمانہ بھی نافذ کریں۔ عورتوں کی اصلاح کے لیے خصوصی مجلسوں کا اہتمام کریں، انھیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنھا کی کہانیاں سنائیں اور گیت گانے سے سختی سے منع کریں۔ تعزیہ داری کے میلوں میں نہ خود جائیں اور نہ انھیں جانے دیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد ہمارے معاشرے سے ان خرافات کا صفایا ہو جائے گا۔ ☆☆☆

بھمرپورہ میں سہ ماہی سنی پیغام ملنے کا پتہ

دار العلوم رضویہ اصلاح المسلمین

بھمرپورہ، جلیشور، نیپال

پیغام امروز

عصر حاضر میں نسل نو بے راہ روی کی شکار کیوں؟

محمد عتیق اللہ ضیائی

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ نسل نو کسی بھی ملک وملت اور معاشرہ کی لیے سب سے قیمتی سرمایا اور مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔کسی بھی قوم وملک کی کامیابی وناکامی، ترقی وتنزل، عروج وزوال میں نوجوانوں کا رول سب سے زیادہ اہم وموثر ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک اپنے یہاں سب سے زیادہ توجہ نوجوان نسل کی تعلیم وترقی پر دیتی ہے، کیوں کہ انہیں بخوبی معلوم ہے کہ خاندان، سماج اور ملک وملت کی صحیح تعمیر وترقی، اصلاح وبقامیں ان کا نمایا کردار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نوجوانوں کی اہمیت وکردار کے تعلق سے اصحاب کہف کے نوجوانوں کی بلند بانگ حوصلے کو ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:"نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝"۔ الخ (سورکہف)

ترجمہ: ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال تمہیں سنائیں وہ کچھ جوان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو ہدایت بڑھائی اور ہم نے ان کی ڈھارس بندھائی جب کھڑے ہو کر بولے کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمان اور زمین کا رب ہے ہم اس کے سوا کسی معبود کو نہ پوجیں گے ایسا ہو تو ہم نے ضرور حد سے گزری ہوئی بات کہی۔(کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے اصحاب کہف کے نوجوانوں کی ہمت، شجاعت، بلند حوصلہ اور ایمان کی پختگی کو بیان فرمایا ہے جنہوں نے ظالم وجابر بادشاہ کے سامنے برملا اللہ کی توحید بیان کر کے حق گوئی کا فریضہ بھی جرات کے ساتھ دیا ہے، جو امت مسلمہ کے نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

اسلامی تاریخ میں نوجوانوں کا کردار ایک مسلسل باب ہے جو ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک مختلف ادوار میں انگنت مواقع پر اپنا اہم کردار پیش کیا ہے۔ عہد رسالت میں بھی نوجوان صحابہ کرام کی مقدس جماعت نے فروغ اسلام، تحفظ دین اور تبلیغ ودعوت کے حوالے سے وہ کارنامے انجام دیے ہیں جن کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ایک صحابی اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہ (م۵۴ھ) ہیں جو ابھی عمر کی دوسری دھائی میں ہیں کوئی بیس سال کی عمر ہے مگر عالم یہ ہے کہ جنگ موتہ کی قیادت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ جیسے اکابر اجلہ صحابہ آپ کے لشکر میں شامل ہیں، اور زبان رسالت ان کی قائدانہ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہونے کی سند فراہم کر رہی ہے۔"إنه تخليق بالإمارة، أي يقدر عليها" یعنی اسامہ امارت وقیادت کا پورے طور پر مستحق ہے اور اس کے اندر قائدانہ صلاحتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے (اور آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی) (نوجوانوں کی حکایت صفحہ ۳۴) یوں ہی کڑیل نوجوان قتیبہ بن مسلم باہلی (م۹۶ھ) کو دیکھ لیں جنھوں نے خدا معلوم کتنے کافر قلعوں پر اسلام کا پھریرا لہرایا اور بالآخر ان کی فتوحات کا سلسلہ ملک چین سے آگے بڑھتا ہوا آج کے روس تک جا پہنچا تھا۔ اور یہ سن کر آپ کو شاید خوشگوار حیرت ہو کہ اس وقت ان کی عمر تیس سال سے بھی کم تھی۔ اور پھر محمد بن قاسم ثقفی (م۹۸ھ) کا کیا کہنا جس نے محض سترہ سال کی کچی سی عمر میں سندھ وہند کے سینے پر فتح اسلام کا پرچم گاڑا، اور کفر کی تیرگی کو ایمان کی روشنی میں بدل دیا۔(نوجوانوں کی حکایت صفحہ ۳۸)

تاریخ اسلام کے صفحات ایسے واقعات سے بھر پڑے ہیں جو اس بات کے غماز ہیں کہ امن وجنگ ہر موقع پر رحمۃ للعالمین علیہ الصلاۃ والسلام کی نگاہوں میں مشکل وپر خطر کاموں کی انجام دہی اور بلند وبالا عہدہ ومنصب پر سرفرازی کے وقت نوجوانوں کا انتخاب اولین ترجیح تھی، آپ موقع بہ موقع انہیں شہ دیتے ہوئے ان کی ہوصلہ افزائی فرماتے نظر آتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ماضی میں جتنی تبدیلیاں وانقلاب برپا ہوا چاہے اسلامی فتوحات ہو یا انقلاب ایران یا ماضی قریب میں ترکی کے صدر جناب طیب اردغان کی حکومت کے خلاف فوجی بغاوت کو ناکام بنانے میں نوجوانوں کا کردار سب سے اہم وفیصلہ کن ثابت ہوا تھا۔ موجودہ دور میں بھی جتنی چھوٹی بڑی تنظیمیں وتحریکیں کام کر رہی ہے، مذہبی ہو یا سیاسی ان میں بھی نوجوان ہی پیش پیش ہیں۔

باوجود اس کے عصر حاضر میں نسل نو کا بگڑتی صورت حال پریشان کن ہیں، جو سدھار وصحیح فکر وعمل سے بعید اور بگاڑ وبے راہ روی کے قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ اور مقصد زندگی سے ناآشنا،

کسیر امدھوبنی بہار، مقیم حال دوحہ قطر

تزکیہ وتربیت سے خالی، فکری، تعمیری، تخلیقی سوچ سے نابلد، غیر مہذب عادات، بداخلاقی، بدکلامی، شراب نوشی، رزق حرام کی لت اور مختلف غیر قانونی جرائم وپیشہ میں ملوث ہونے کی شرح میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے جو کسی بھی قوم وملک کے لیے زہر قاتل سے کم نہیں۔

ہرروز پرنٹ والیکٹرانک میڈیا پر نوجوانوں کے حوالے سے خبریں نشر ہورہی ہیں جو دہشت گردی، ڈکیتی، چوری، زناکاری، فحاشی، چھیڑچھاڑ جیسے بے شمار جرائم سے متعلق ہوتی ہیں۔عالمی سطح پر جرائم کی شرح میں نوجوانوں کا فیصد سب سے زیادہ ہے۔نیپال وہند میں رجسٹرڈ جرائم کی تفصیل کا تقابلی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال بڑی تیزی سے جرائم بڑھ رہے ہیں۔نیپال کی جرائم تفتیشی ادارہ (C.I.D) کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۴ء میں ۲۸,۰۷۰ جرم کے واقعات کے مقابل میں ۲۰۱۵ء میں ۲۸,۵۶۳ واقعات محکمہ پولس میں رجسٹرڈ کی گئی تھی جو سال میں ۱.۷۶ فیصد کا اضافہ تھا۔اسی طرح ہندوستان میں نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو (NCRB) کے اعداد وشمار کے مطابق قریب ۶۰ فیصد جرائم نوجوانوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے جس کی عمر ۱۶ سے ۱۸ سال سے کم ہوتی ہے۔ ۲۰۱۴ء و ۲۰۱۵ء کے ریپورٹ کے مطابق نوجوانوں کے خلاف ۵۰۶,۴۳ جرائم کے واقعات میں سے ۲۸,۸۳۰ جرائم انڈین پینل کوڈ (IPC) اور اسپیشل لوکل لاء (SLL) کے اندر رجسٹرڈ کیا گیا تھا۔

حکومتی اداروں کا اس رپورٹ جس میں بشمول مسلم ہر ذاتی کے نوجوان شامل ہیں جس سے یہ اندازہ کرنا بالکل آسان ہوگیا ہے کہ عصر حاضر میں نسل نو بگاڑ وبربادی کی راہ پر کافی تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہیں ۔جناب طیب احمد بیگ صاحب اپنے مقالہ ۔ ’’جدید ہندوستان میں نوجوانوں کا رول‘‘ میں لکھتے ہیں۔۔امریکی ادارہ۔ ’’AIJRHASS‘‘ کی بھارت میں کی گئی تحقیق کے مطابق شہری نوجوان طبقہ قتل، بدکاری، اور دھوکہ دھڑی جیسے جرائم میں دیہی ماحول میں پرورش پانے والے نوجوانوں پر بھاری ہیں، جبکہ دیہی نوجوانوں میں جرائم کی رفتار بڑھتی جارہی ہے۔ ترقی کے نام پر مغربی تہذیب کو اختیار کرنے والے شہری نوجوانوں کے اندر مجرمانہ ذہنیت کا نشونما پانا سماج کے اخلاقی زوال کا کھلا اعلان ہے۔ایسا نہیں ہے کہ ان جرائم کی روک تھام کے لیے کوشش نہیں کی جارہی ہے بلکہ پولیس کی کاروائیاں، سی سی ٹی وی (CCTV) کیمروں وغیرہ سے لیکر قانونی سختی تک جرائم کو روکنے کے لئے متحرک ہیں لیکن باوجود ان کوششوں کے معاشرہ میں نوجوان طبقے کے ذہنوں کے اندر مجرمانہ ذہنیت کا مستقل فروغ پانا سماج کے اخلاقی انحطاط کو دکھاتا ہے۔

ان ساری صورت حال کا تجربہ کرنے کے بعد بچے ونوجوانوں کی بربادی کے چند اہم وجوہ سامنے آئیں انہیں قارئین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔۔۔

(۱) والدین کی لاپرواہی وبے توجہی: بلاشبہ بچوں کی تعلیم وتربیت گھر سے ہونی چاہیے چوں کہ گھر ان کا پہلا مدرسہ واسکول ہوتا ہے جہاں وہ زندگی کے ساری بنیادی اصول سیکھتے وپڑھتے ہیں، کسی بھی عمارت کی مضبوطی کا اندازہ اس کی فاونڈیشن سے لگایا جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح بچوں کو بچپن میں جو اخلاق وکردار واچھا برا سکھایا جاتا ہے وہی اس کی پوری زندگی کی بنیاد بنتی ہے جس سے اس کی مستقبل کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔اور بچوں کی کامیابی وناکامی میں والدین کا اہم کردار ہوتا ہے، والدین بچوں کو جس سانچے میں چاہے ڈھال سکتے ہیں اور جس رنگ میں چاہے رنگ سکتے ہیں۔مگر آج اکثر والدین بچوں کو مدرسہ و اسکول میں داخلہ کرادینے کو ہی کامیابی سمجھتے ہیں باقی اوقات میں بچے کیا کرہے ہیں، کہاں جارہے ہیں، کن لوگوں کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہے ہیں اس سے والدین کی لاپرواہی وبے توجہی بچوں کے بگاڑ کا سبب ہے۔

اکثر غلط ماحول جہاں حرام وحلال میں کوئی تمیز نہ ہو، بڑے چھوٹے کے حقوق نہ بتائے جاتے ہوں، روز روز گھر میں مکینوں کے ساتھ رنجشیں وتکرار ہوتے ہوں، ہر ایک کو بس اپنے مفاد کی فکر ہو دوسروں کو ذلیل کرنا جھوٹ بولنا، عریاں وفحش فلمیں خود بھی دیکھنا اور بچوں کو بھی دکھانا وہاں کی مشاغل ہوں، قرآن وحدیث کا مطالعہ اور دینی احکام جاننے اوران پر عمل کی کوششوں ودینی وتعمیری کاموں میں حصہ لینے کی بجائے فحش لٹریچر پڑھنے وگانے بجانے میں مست ہو، ایسے ماحول بھی بچوں کو راہ راست سے بھٹکا کر غلط سمت جانے کی طرف مائل کرتی ہیں۔

نیپال وہند کے اکثر علاقوں میں لوگوں کا یہ حال ہے کہ بچوں کو ہوش سنبھالتے ہی اسکول وکالج کی نذر کردیتے ہیں یا محنت مزدوری پر لگادیتے ہیں مگر ان کو دین کی بنیادی معلومات اور اس پر عمل کرانے کی کوئی فکر نہیں کرتے یہی وجہ کہ شادیاں ہوجاتی ہیں باپ بن جاتے ہیں لیکن بہت سو کو کلمہ بھی یاد نہیں ہوتے پھر والدین کے ساتھ ان کے حقوق کی پامالی، بدسلوکی، غیر مہذب رویہ عموماً دیکھنے وسننے کو ملتا ہے جو ایک مہذب معاشرے کے لیے بدنما داغ سے کم نہیں۔

(۲) انٹرنیٹ وموبائل کا غلط استعمال: انگلش میں ایک محاورہ بولا جاتا ہے، (Everything has a Two Face) ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ’’مثبت ومنفی‘‘ انٹرنیٹ وموبائل کے ذریعہ جہاں ہم بہت سے اہم کام نمٹاتے ہیں وفائدہ حاصل کرتے

ہیں وہی ان کے بہت سے نقصانات سے بھی دوچار ہوتے ہیں وہو رہے ہیں، آج کے دور میں معاشرے کا کچھ حصہ مثبت استعمال کرتا ہے باقی ہماری نسل کے اکثر افراد موبائل فون اور انٹرنیٹ کا غلط مقاصد کے لیے استعمال کررہی ہیں۔

آج سب سے زیادہ فحاشی، عریانیت، انٹرنیٹ وموبائل کے ذریعہ پھیلائی جارہی ہے اور جرائم انجام دیے جارہے ہیں۔ موبائل اور انٹرنیٹ کے زیادہ استعمال سے معاشرے میں بہت سی برائیاں جنم لے رہی ہیں اور بچوں کو بھٹکنے وبربادی میں اثر انداز ہورہی ہے یہاں تک کہ بچے اپنے ماں باپ کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ بچے اپنے گھر میں ہی ایک کونے میں بیٹھے نازیبا فلمیں اور گانے دیکھ رہے ہوتے ہیں، بظاہر وہ اپنے ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں لیکن موبائل یا انٹرنیٹ پر وہ بے ہودہ اور فحاشی قسم کی باتیں کررہے ہوتے ہیں جس سے بچوں میں بے باکی اور غلط روش عام ہوتی جارہی ہے۔

(۳) بری صحبت: نوجوانوں اور بچوں کی بربادی میں غلط وبری صحبت بھی کلیدی کردار ادا کرتی ہے مولانا جلال الدین رومی کا مشہور شعر ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

نیک لوگوں کی صحبت نیک بنادیتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت برا بنادیتی ہے۔ دورے حاضر میں والدین اپنے کاموں میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے بچے کی صحبت پر نظر رکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی اسی وجہ سے بری صحبت کے شکار یہ نوجوان اور بچے کئی مرتبہ منشیات وجرائم کے عادی اور جنسی بے راہ روی کے شکار ہوجاتے ہیں اور ماں باپ کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی ہے۔

اس کا حل حضور ﷺ نے چودہ سو سال پہلے امت کے سامنے پیش فرما دیا تھا جس سے ہم سب کو سبق لینے کی ضرورت ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل" (رواہ ابوداود) ۔"یعنی آدمی اپنے دوست کے دین وروش پر ہوتا ہے، پس کسی سے دوستی کرنے سے پہلے اس کے بارے میں غور کرلو کہ وہ کیسا ہے ؟۔" دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں" مثل الجلیس السوء کنافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک واماتجد منہ رائحۃ کریھۃ" (رواہ البخاری) برے دوستوں کی مثال لوہار کی بھٹی کی طرح ہے یا تو وہ تیرے کپڑے جلادیگی یا پھر تو اس کے دھوئیں کو چکھ لے گا۔

(۴) مذہبی تعلیم سے دوری: آج کے اس مادیت پسند دور میں والدین بچوں کو مذہبی تعلیم دلانے میں بہت کم دلچسپی لے رہے ہیں۔ جب کہ مذہبی تعلیم اللہ تعالی کی ذات پاک پر کامل ایمان، آخرت کی جوابدہی کا احساس اور انسانوں کو فکری طور پر گمراہ ہونے سے بچاتا ہے اور روحانی واخلاقی اقدار کی تعلیم دیتا ہے جو مسلمانوں کی سوچ وتہذیب کا مرکز ومحور ہے۔ برخلاف اس کے کہ جو ماں باپ اپنے بچوں کو صرف ٹریڈیشنل ودنیوی تعلیم دلانے کے لیے اچھے سے اچھے اسکول وہاسٹل کا انتخاب کرتے ہیں جس میں عام طور پر مغربی نصاب تعلیم ومخلوط کلاس روم، مغربی کلچر، آزادانہ فکر، لڑکیوں ولڑکوں کا میل جول، بے حیائی، بے پردگی کا پیش خیمہ ہوتا ہے، ایسے ماحول میں ایمان واخلاق کی حفاظت تو در کنار نفس عمارہ کو قابو میں رکھنا و گناہوں سے بچنا ایک مشکل امر ہے پھر نوجوانوں کو بھکنا و بگڑنا تو عام بات ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ نے بہت پہلے اس بربادی سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "جس قوم کو بغیر جنگ کے شکست دینی ہو تو اسکے نوجوانوں میں فحاشی پھیلادو" اسی نظریہ کے تحت صیہونی، صلیبی اور استعماری طاقتیں امت مسلمہ کے نوجوانوں کے اخلاق ودینی جذبہ کو کمزور کرنے کیلئے طرح طرح کے حربے وسازشیں کررہی ہیں۔ اشقیاء صیہون کے "پروٹوکول" میں آیا ہے۔" ہر جگہ اخلاق کو گرانے کے لیے کام کرنا چاہئے اس طرح مسلمانوں پر ہمارا تسلط جمانا آسان ہوگا۔ بے شک "فرديد" ہم سے ہیں، جنسی تعلقات کو سورج کی روشنی میں پیش کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ نوجوان کے دلوں میں کوئی چیز مقدس نہ رہے اور ان کی پوری سوچ وفکر جنسی غریزہ کو بجھانا ہوجائے، تب نوجوان اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوجائیں گے۔" (عصر حاضر میں نوجوانوں کی ذمہ داریاں صفحہ ۲۵) پھر تفریح کے نام پر سنیما، ریڈیوں، ٹیلی ویژن کے پروگرام اور انٹرنیٹ کے ذریعہ بے شمار گندی مواد کو پھیلانا بھی اسی سازش کا ایک خاصہ ہے۔ جس کی شکار ہماری نئی نسل سب سے زیادہ ہورہی ہے۔

ایسے پرفتن ماحول میں اگر نوجوانوں کی بے راہ روی کے اسباب کو سمجھنے اور اس کی روک تھام کی کوشش نہ کی گئی تو معاشرہ دن بدن اخلاقی وتعمیری گروٹوں کا شکار ہوتا رہے گا۔ اس کے لیے حکومت وقت بھی تعلیمی اصلاح وروزگار کے سہولیات پر خاص توجہ دیں اور سماج کے ہر طبقے کو چاہیے کہ اپنے اپنے گھروں میں بچوں کو کم عمری سے ہی اس کی تعلیم وتربیت اور اخلاق وکردار کو سنوارنے میں اہم کردار اداکریں تاکہ ایک خوبصورت وصحت مند معاشرہ تشکیل پاسکے اور خاندان، سماج وملک کی ترقی میں وہ اپنا اہم رول اداکریں۔ ☆☆☆

اصلاح معاشرہ

ربیع النور شریف، خوشیاں اور احتیاطیں

محمد اظہار النبی حسینی

ماہِ ربیع الاول وہ مہینہ ہے جس کے ورود مسعود ہوتے ہی مسلمانانِ عالم میں خوشی کی لہر دوڑ پڑتی ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہی وہ ماہِ مبارک ہے جس میں محبوب رب العلمین کی جلوہ گری ہوئی، یہی وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں باعثِ تخلیقِ کائنات کی ذاتِ پُر انوار سے جہان کی تاریکیاں کافور ہوئیں، یہی وہ مہینہ ہے جس میں کونین کے مالک و مولیٰ کی آمد ہوئی، یہی وہ مہینہ ہے جس میں اس عظیم ہستی کی تشریف آوری ہوئی جس کے صدقے دین ملا، یہی وہ مہینہ ہے جس میں اس عظیم شخصیت کی جلوہ باری ہوئی جس کے طفیل ایمان کی دولت نصیب ہوئی، یہی وہ مہینہ ہے جس میں لبادۂ بشریت میں ملبوس وہ نوری نوری ذات جلوہ ریز ہوئی جس کے سبب بے دینی و گمراہی کے جنگلات میں سرگرداں لوگوں کو دین و ایمان کے سرسبز و شاداب اور پر سکون باغات کی سیدھی راہ ملی، یہی وہ مہینہ ہے جس میں اس مجمع فضائل و کمالات کا نزول اجلال ہوا جس کی نعت خوانی اور مدح سرائی میں تمام انبیاو اولیا حتیٰ کہ حیوانات، نباتات اور جمادات کی زبانیں تر ہیں، یہی وہ مہینہ ہے جس میں اس ہستی کی جلوہ نمائی ہوئی جس کی محبت رب تعالیٰ کی محبت اور جس سے دشمنی خدا سے دشمنی قرار پائی، یہ ہستی کوئی اور نہیں بلکہ ہمارے اور سارے عالم کے سرور، محبوبِ ربِ اکبر، شافع یومِ محشر حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں۔

ظاہر ہے ایسی بے نظیر ذات ستودہ صفات کی آمد آمد پر خوشیاں نہ منائی جائے تو کیا کیا جائے ؟ گھروں، محلوں، علاقوں، گلیوں، شہروں میں چراغاں نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے ؟ پرچم کشائی، جھنڈا برداری اور علم فرازی نہ کی جائے تو کیا کیا جائے ؟ ان کی یاد میں مجالس و محافل اور اجلاس و کانفرنس کا انعقاد نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے ؟ جماعت در جماعت جلوس نہ نکالا جائے تو کیا کیا جائے ؟ یہ سب کیا جائے اور صرف کیا ہی نہ جائے بلکہ دھوم دھام سے کیا جائے، تزک و احتشام سے کیا جائے، منظم و متحد ہو کر کیا جائے لیکن ان باتوں کی انجام دہی میں، عقیدتوں کو دلوں کی دنیا سے باہر کی دنیا میں لانے میں، عشق و محبت کے اظہار میں شریعت کو پیشِ نظر رکھا جائے، ادب ضرور ملحوظ رکھا جائے، احتیاط کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا جائے، بے ڈھنگی طور طریقے نہ اپنائے جائیں تاکہ جہاں ہماری محبت و عقیدت کا اظہار ہو وہیں دنیا کو امن و آشتی کا پیغام بھی ملے، نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ہدایات و تعلیمات کی جھلک ملے، الفت و محبت کا سبق ملے، اخوت و بھائی چارگی کا درس ملے اور دینِ اسلام کی حقانیت دلوں میں جاگزیں ہو۔ انہیں جذبہ کے تحت اس ماہِ مبارک میں اپنی خوشیوں، محبتوں اور عقیدتوں کا کیا طریقہ ہونا چاہیے، اس میں کیا احتیاط کرنی چاہیے اور آج ہمارے ان طریقوں میں کیا خرابیاں در آئیں ہیں، ان کو صفحۂ قرطاس پر لکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جھنڈے اور احتیاط: ماہ ربیع النور میں عاشقان رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے مکانوں، دکانوں، محلوں اور گلی کوچوں میں جھنڈے لگاتے اور سجاتے ہیں یقینا ایسا کرنا جائز اور کار ثواب اور اپنے عشق کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ پیارے آقا مدینے والے مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی میں جھنڈے اور پرچم نصب کرنا حضرت جبریل علیہ السلام کی سنت بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر تین جھنڈے نصب کیے۔ ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبے کی چھت پر۔

(الخصائص الکبری للسیوطی ج:۱، ص:۲۸)

روح الامیں نے گاڑا کعبے کی چھت پہ جھنڈا
تا عرش ہے پھریرا صبح شب ولادت

البتہ اس مبارک عمل میں ہماری جانب سے کچھ بے احتیاطیاں

در آئی ہیں جن کی جانب توجہ کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم عید میلاد کی خوشی میں اپنے گھروں وغیرہ میں مختلف قسم کی عمدہ سے عمدہ جھنڈیاں نصب کرتے ہیں، ان میں بہت سارے جھنڈیوں میں حرمین طیبین کا نقشہ، کسی میں غوث وخواجہ اور رضا کے مزارات کی تصویریں تو کسی میں کلمات طیبات اور کسی میں دعائیں وغیرہ لکھے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات یہ جھنڈیاں نکل کر کہیں گرتے اور ہمارے پاؤں تلے آجاتے ہیں جس سے ایسے مقدس مقامات کی بے حرمتی کا انجانے میں ارتکاب ہوجاتا ہے حالاں کہ مقدس مقامات اور تحریرات کی تعظیم بجالانے کا شریعت میں حکم ہے جیسا کہ صدرالشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی فرماتے ہیں: بچھونے یا مُصلّےٰ پر کچھ لکھا ہوا ہو تو اس کو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ یہ عبارت اس کی بناوٹ میں ہو یا کاڑھی گئی ہو یا روشنائی سے لکھی ہو، اگرچہ حروف مفردہ لکھے ہوں کیونکہ حروف مفردہ کا بھی احترام ہے۔ اکثر دسترخوان پر عبارت لکھی ہوتی ہے ایسے دسترخوانوں کو استعمال میں لانا، اُن پر کھانا کھانا نہ چاہیے۔ بعض لوگوں کے تکیوں پر اشعار لکھے ہوتے ہیں، ان کا بھی استعمال نہ کیا جائے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶: ص: ۴۲۰)

بہار شریعت کے الفاظ سے ظاہر کہ حروف مفردہ کا بھی احترام ہے اس لیے مناسب اور بہتر ہے کہ ایسے پرچم اور جھنڈے لگائے جائیں جن میں مقدس مقامات یا کلمات نقش نہ ہوں تاکہ اگر یہ گر جائیں تو اتنی بڑی بے حرمتی کا داغ ہمارے پاؤں میں نہ لگے۔

چراغاں اور احتیاط: یقینا اس ماہ مبارک میں اپنے محلوں، علاقوں خصوصا گھروں کو چراغاں کرنا، قمقموں سے جگمگانا، ہر طرف روشنی کرنا بہت بڑی سعادت ہے جو صرف عاشقان رسول کا ہی حصہ ہے ورنہ تو جن کے گھروں میں عشق رسول کا کبھی ایک درس تک نہ ہوا ہو بلکہ گستاخان رسول کی غلامی کا پٹہ جن کے گلوں میں ہو ایسوں کے دل تو غیظ میں جلتے اور بھنتے بلکہ کباب بنتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ آمد سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی خوشیاں نہ منانا شیطان کا کام ہے۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

زہے نصیب کہ عید میلاد کی خوشی منانے کی برکت سے جہاں کافروں کو بھی فائدہ پہنچا وہیں کاش اس چراغاں اور عید کے اہتمام کی برکت سے ہم گنہگاروں کے گھروں اور سیاہ دلوں کو پیارے پیارے آقا مدینے والے مصطفی ﷺ اپنے ضیا بار نورانی وجود سے روشن ومنور فرمادیں۔ شاعر کیا خوب فرماتے ہیں:

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ ﷺ

لیکن آج ہمارے عشق کے اس اظہار یے میں بھی خرابیوں نے راہ پالی ہے یہی وجہ ہے جب ہم اپنے محلوں کو قمقموں سے جگمگاتے ہیں تو بجلی کی چوری اور اس کے بے جا استعمال کا واقعہ سامنے آتا ہے جو یقینا شریعت کی رو سے جائز ہے نہ ملک کے آئین کے اعتبار سے۔

اس لیے تمام عاشقان رسول کو چاہیے کہ ہم اپنا ایسا کردار اور گفتار پیش کریں جس سے اسلام کی صحیح تعلیمات لوگوں تک پہنچے، ایسا نہ ہو کہ ہمارے اس غیر شرعی فعل کو لوگ دیکھ کر اسلام، پیغمبر اسلام اور اس کی تعلیمات سے بیزار ہوں۔

تقریر اور احتیاط: عاشقان رسول سیرت رسول و تعلیمات رسول جاننے کے لیے اور ان کا پیغام دنیا والوں تک عام کرنے کے لیے محافل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں۔ یہ ایسا عمل ہے جس کے متعلق مستقل تصانیف موجود ہیں۔ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو ایسی نعمت ہیں جن پر خوشی منانے اور جن کا چرچا کرنے کا خود رب کائنات نے حکم فرمایا۔ آپ ﷺ کا یوم ولادت پر خوشی منانا بھی دراصل اس نعمت پر خوشی منانا اور چرچا کرنا ہے۔ بہر حال اسی حکم کی بجاآوری کے لیے مسلمان خصوصا ماہ ربیع النور اور بالعموم پورے سال ہی محافل میلاد کا انعقاد کرتے اور اس میں حصہ لیتے ہیں۔

ان محافل میلاد کے تعلق سے ایک بات یہ عرض کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ ان محافل سے جو فائدے وابستہ تھے آج وہ حاصل نہیں ہوتے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہماری عوام کا مزاج بالکل بدل چکا ہے اور سنجیدہ کے بجائے جوشیلی تقریر سننے کی عادی

ہوچکی ہے۔جس کے لیے وہ خوب چیخنے چنگھارنے والے مقررین خواہ ان کی علمی حیثیت جو بھی ہو کو مدعو کرتے ہیں۔(اس سے کوئی صاحب علم یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ میں اپنی علمیت دکھانا چاہتا ہوں) مقررین بھی تسکین خاطر عوام کی غرض سے بعض اوقات ایسی روایتیں پیش کرتے ہیں جو مستند و معتبر کتابوں میں نہیں ملتیں بلکہ بعض اوقات تو موضوع روایتیں بھی جانے انجانے میں شامل کردیتے ہیں۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اور آپ سبھی پیارے آقا کی سیرت وفضائل کو جاننے کے لیے معتمد علماے اہل سنت کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور انھیں کتابوں سے بیان کے مواد تیار کریں مثلا صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر معروف کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے بھی خاصا مواد جمع کیا جاسکتا ہے۔ان کے علاوہ سیرت کے موضوع پر عربی میں السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق،السیرۃ النبویۃ لابن کثیر،السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، الشفا للقاضی عیاض،الانوار فی شمائل النبی المختار للبغوی،المواہب اللدنیہ للقسطلانی،، الخصائص الکبریٰ و حسن المقصد فی عمل المولد للسیوطی، زرقانی علی المواہب، جواہر البحار للنبہانی، مولد العروس لابن الجوزی مدارج النبوۃ فارسی از محدث دہلوی اور حول الاحتفال بالمولد النبوی شریف از محمد بن علوی المالکی حسنی وغیرہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر مواد اردو میں مطلوب ہو جس سے باآسانی استفادہ کیا جاسکے تو اس کے لئے ضیاء النبی از پیر کرم شاہ ازہری، سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی، سیرت مصطفی از علامہ عبد المصطفی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہم وغیرہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

محافل نعت اور احتیاط: نعت نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پڑھنا سنت حضرت حسان اور پڑھانا سنت حضور رحمۃ للعالمین ہے واقعۂ ہجرت میں نعتیں پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے کہ آمد سرکار کی خوشی میں مدینے کی بچیاں نعت مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اپنی زبانیں تر کی ہوئی تھیں۔ہم غلامان مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر بھی بتقاضاے محبت یہ غلامانہ فریضہ بنتا ہے کہ اپنے گھروں، محلوں علاقوں میں محافل نعت منعقد کریں اور خود بھی پڑھیں سنیں اور اپنے بچوں کو بھی نعت کی ترغیب دلائیں تاکہ ہماری آنے والی نسلوں میں عشق رسول میں تڑپنے کا جذبہ پیدا ہو،ان کے دلوں میں عشق نبی کا شمع روشن ہو اور ان کی زبانیں ذکر خدا اور نعت مصطفی میں تر رہیں۔

میری آنے والی نسلیں تیرے عشق ہی میں مچلیں
انھیں نیک تم بنانا مدنی مدینے والے

خصوصا اس دور بلاخیز میں کہ قدم قدم پر گناہ ہمارا استقبال کرتا نظر آتا ہے اور شب وروز گھروں میں فلمیں ڈرامے،ناچ گانے باجے جیسے شیطانی کام کے مناظر سامنے آتے رہتے ہیں۔ مزید اس کا بھی خاص خیال رکھیں کہ دیر رات تک ڈی جے وغیرہ بلند بانگ دینے والی مشینوں پر نعتیں اور بیانات وتقاریر نہ بجائے جائیں اور عام سڑک پر بھی محافل میلاد، محافل نعت اور تقاریر کے پروگرام کا اہتمام نہ کیا جائے کہ حقوقِ عامہ کے تلف ہونے کا قوی اندیشہ ہے جس کی دینِ اسلام میں قطعًا اجازت نہیں۔جیسا کہ اعلی حضرت فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں:دوسرا امر ناجائز اس مجلس میں یہ تھا کہ عام سڑک پر خصوصًا بازار میں جہاں آمدورفت کی زیادہ کثرت رہتی ہے فرش کر کے کتاب پڑھنا کہ یہ حقوق عامہ میں دست اندازی ہوئی شریعت میں تو اسی لحاظ سے راستہ میں نماز پڑھنی بھی مکروہ ہوئی نہ کہ بازار کی سڑک پر مجلس۔ درمختار وردالمحتار میں ہے:تکرہ الصلٰوۃ فی طریق لان فیہ شغلہ بمالیس لہ لانہا حق العامۃ للمرور. اھ مختصراً۔راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ راستہ اس کام کے لئے نہیں لہٰذا اس کام کا کرنا لوگوں کے گزرنے کے حق کو متاثر کرتا ہے۔الخ مختصراً۔

(فتاوی رضویہ،کتاب الحظر والاباحۃ ج ۲۳،ص:۱۷۷)

اس عبارت سے اسلام میں حقوق عامہ کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا۔

یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہوں جس کی طرف مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ القوی نے توجہ دلائی کہ:جب کافر ابولہب کو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کی خوشی کا کچھ نہ کچھ فائدہ مل گیا تو مسلمان اگر ان کی خوشی منائے تو

ضرور ثواب پائے گا۔لیکن یہ خیال رہے کہ جوان عورتوں کا اس طرح نعتیں پڑھنا کہ ان کی آواز غیر مردوں کو پہنچے حرام ہے کیونکہ عورت کی آواز کا غیر مردوں سے پردہ ہے۔

(اسلامی زندگی ص:۷۶)

چندہ اور احتیاط: ماہِ میلاد میں محافلِ میلاد کے انعقاد، محلوں اور علاقوں کی تزئین و تجمیل، روشن و چراغاں، نذر و نیاز میلاد اور جلسے جیسے نیک اور بڑے کام سرانجام دیے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے کام یوں ہی نہیں ہوجاتے بلکہ روپے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے بعض مقامات پر چندے کا سہارا لیا جاتا ہے۔

یقیناً کار خیر کے لیے چندہ لینا اور دینا ثواب کا کام ہے بلکہ سنتِ صاحب ماہ میلا د صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے جیسا کہ جیشِ عسرت کی تیاری کی تاریخ سے آشنا حضرات پر پوشیدہ نہیں۔لیکن آج ہمارے معاشرے میں چندے کے بارے میں عجیب عجیب خیالات سننے میں آتے ہیں اور سچ کہیے تو اس کی وجہ ہماری بے احتیاطی ہے؛کیوں کہ آج چندہ کرنے والوں کو چندہ وصولی کے احکام کا علم نہیں ہو تا جس کی وجہ سے بسا اوقات وہ شرعی گرفت میں آ جاتے ہیں اور معاشرے میں موجود فتنہ بازوں کو موقع غنیمت ہاتھ آجاتا ہے جس سے اپنے نفس کی تسکین کا لمحہ نہیں چھوڑتے اور ان کی عزت بر سر بازار داغ دار کرنے لگتے ہیں۔

بعض علاقوں میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ چندہ وصول کرنے والے ایسے افراد سے بھی جن کی مالی حالت کمزور ہوتی ہے اور زیادہ تعاون پیش کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی لیکن انہیں ان کی استطاعت سے زیادہ چندہ دینے پر مجبور کرتے ہیں اور نہ دینے کی صورت میں طعنہ بازی کرتے ہیں اور بعض موقع پر زد وکوب کی دھمکیاں دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ جس سے پرہیز لازم و ضروری ہے۔

جلوسِ میلاد اور احتیاط: ہم عشاق کا عید میلادالنبی منانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جلوس کا اہتمام کرتے ہیں جس میں حمد و نعت اور نعرۂ تکبیر و رسالت اور مرحبا مرحبا کی صدائیں بلند کرتے ہیں مزید وقتاً فوقتاً امتِ مسلمہ کی خیر خواہی، جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کی دعائیں کی جاتی ہیں جو یقیناً جائز و مباح ہے۔ان جلوسوں کا کیا فائدہ ہے،آئیے حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مختصر مگر جامع الفاظ میں پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں،تحریر فرماتے ہیں:اسی طرح ربیع الاول میں جلوس نکالنا بہت مبارک کام ہے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، مدینہ منورہ میں ہجرت کرکے تشریف لائے تو مدینہ پاک کے جوان وبچے وہاں کے بازاروں کوچوں اور گلیوں میں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نعرے لگاتے پھرتے تھے اور جلوس نکالے گئے تھے۔

(صحیح مسلم،کتاب الزہد والرقائق،با ب فی حدیث الھجرۃ ...الخ،الحدیث ۲۰۰۹،ص:۱۶۰۸ملخصًا)

اور اس جلوس کے ذریعہ سے وہ کفار اور دوسری قومیں بھی حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے مبارک حالات سن لیں گے۔جو اسلامی جلسوں میں نہیں آتے ان کے دلوں میں اسلام کی ہیبت اور بانی اسلام علیہ السلام کی عزت پیدا ہوگی۔

(اسلامی زندگی،ص:۷۶)

لیکن آج ہمارے جلوسوں میں جو انداز در آئے ہیں وہ ایک سلیم القلب کو پسند نہیں آسکتا۔وہ یہ کہ آج جلوسوں میں نعتِ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سن کر جھومنے کے بجائے اس طرح اچھلتے اور کودتے ہیں جیسے کسی ڈانس کلب میں ناچ ہوا کرتا ہے۔بعض جگہوں پر تو جلوس کے ساتھ عورتیں بھی ہوا کرتی ہے جو یقینا درست نہیں۔حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:مگر جلوس کے آگے باجہ وغیرہ کا ہونا یا ساتھ عورتوں کا جانا حرام ہے۔(ایضا)

ہماری اسی قسم کی حرکتوں کی بنیاد پر بدطبیعت، مفاد پرست اور بے دینوں نے دنیا کے سامنے مسلک حق اہلِ سنت و جماعت (مسلک اعلی حضرت) کی غلط شبیہ پیش کرنے کی گھناؤنی کوشش شروع کردی جس کے ثبوت کے لیے نیٹ پر www.razakhani.org براؤز کر کے دیکھا جاسکتا ہے کہ خبیثوں نے کس کس انداز میں سادہ لوح مسلمانوں کو اہل سنت (مسلک اعلی حضرت) سے بہکانے کی سعی کی ہے۔

اسی طرح جلوس کے شرکاء کی خیر خواہی کی نیک نیت کے

ساتھ جگہ جگہ کھانے پینے کے اشیاء کا انتظام کیا جاتا ہے جو کہ چلچلاتے دھوپ میں عاشقان رسول کی بھوک پیاس کی شدت مٹاکر ثواب کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔لیکن اس میں یہ خرابی چور دروازے سے اندر آگئی کہ ان کھانے اور پینے کی اشیا کو چھوٹی چھوٹی پیکٹوں میں رکھ کر لٹایا جاتا ہے اب جو ہاتھوں میں آیا تو ٹھیک ورنہ سڑک پر پیکٹیں گرتی ہیں اور شرکاے جلوس کے پاؤں سے غیر ارادی طور پر روندی جاتی ہیں اور رزق خدا کی حرمت پامال ہوتی ہے۔

اعلی حضرت فرماتے ہیں: غرض ... ان بیہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا پھر وہاں ابتداع کا وہ جوش ہوا کہ خیرات کو بھی بطور خیرات نہ رکھا، ریا وتفاخر اعلانیہ ہوتا ہے پھر وہ بھی یہ نہیں کہ سیدھی طرح محتاجوں کو درس بلکہ چھتوں پر بیٹھ کر پھینکیں گے۔ روٹیاں زمین پر گر رہی ہیں۔ رزق الہی کی بے ادبی ہوتی ہے۔ پیسے رستے میں گر کر غائب ہوتے ہیں، مال کی اضاعت ہو رہی ہے۔ مگر نام تو ہو گیا کہ فلاں صاحب لنگر لٹا رہے ہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۵۱۳)

جلوس میں گاڑیاں بھی ہوتی ہیں اور خوب صورت بینروں سے مزین ہوتی ہیں جن میں مقامات مقدسہ، گنبد ومینار، کلمات مقدسہ اور کلمات استقبالیہ وغیرہ چھپے ہوتے ہیں مگر ہم سے بعض اوقات یہ بے احتیاطی ہوتی ہے کہ گاڑی پر کھڑے یا بیٹھے ہونے کی حالت میں ہمارے پاؤں ان پر پڑتے ہیں جن سے نادانستہ ان کی بے حرمتی ہوتی ہے اور غیروں کو بہکانے کا موقع ملتا ہے۔

موقع غنیمت جان کر راقم بھی ایک مشورہ پیش کرنا چاہتا ہے کہ جہاں کھانے پینے کی اشیاء پر کثیر رقم خرچ کرتے ہیں وہیں ہمیں چاہیے کہ اس موقع پر نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے فضائل وخصائص اور کمالات اور تعلیمات اسلام پر مشتمل مستند اور معتبر علماے اہل سنت بالخصوص اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی تحریر کردہ کتابیں،کتابچے،رسالے اور دیگر پمفلیٹ کو مختلف زبانوں اور خوبصورت دیدہ زیب انداز میں شائع یا خرید کر بانٹیں۔یقینا یہ ایک صدقۂ جاریہ اور ثواب جاریہ کا کام ہو گا۔حالاں کہ اس جانب راقم کی معلومات کی حد تک کئی تنظیمیں اور تحریکیں اور اکیڈمی مثلا دعوت اسلامی، سنی دعوت اسلامی، تحریک پیغام اسلام، رضا اکیڈمی، نوری مشن مالیگاؤں وغیرہ کئی سالوں پہلے پیش قدمی کر چکی ہے۔پھر بھی خدا کرے کہ ایسانیک اور دیرپا کام تمام جلوس میلاد میں ہونے لگے۔

دوران جلوس نمازاوراحتیاط: ہمارے جلوس بعض جگہوں پر صبح سے، بعض جگہوں پر قبل ظہر اور بعض جگہوں پر بعد ظہر نکلتے ہیں اور نعرہائے تکبیرورسالت اور مسحور کن نعت نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں مست مختلف گلی کوچوں اور محلوں کی سیر کرتے ہوئے اپنی مقررہ اختتام گاہ پر پہنچتے ہیں۔جلوس کی ابتدا وانتہا کے دوران نمازوں کا وقت بھی آتا ہے۔ اس وقت ہم سے یہ بے احتیاطی بلکہ گناہ ہو جاتا ہے کہ نماز کی طرف ہماری توجہ نہیں ہو پاتی اور ہماری ایک دو وقت کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔پھر جب اس پر توجہ دلائی جاتی ہے تو یہ کہہ کر اپنا دامن جھاڑ لیا جاتا ہے کہ

نمازیں قضا ہوں تو پھر سے ادا ہوں
محبت قضا ہو تو کیسے ادا ہو

حیرت تو اس وقت ہوتی جب اس طرح کے جواب سربراہان جلوس کی جانب سے سننے کو ملتے ہیں، مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہم نے کسی کو نماز پڑھنے سے تو نہیں روکا،وقت ہو جاتا ہے تو آپ جا کر پڑھ لیا کریں آپ کو کس نے منع کیا؟؟

ایسے حضرات کی بارگاہ میں بڑے ہی ادب کے ساتھ یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ :حضور ! جب قائدین وسربراہان جلوس ہی نماز نہیں پڑھیں گے تو یہ امید کیسے کی جاسکتی ہے کہ ان کی اقتدا اور پیروی کرنے والے نماز پڑھیں گے۔ پھر یہ بتایا جائے کہ کیا محبت کا یہی تقاضا ہے کہ محبوب کی نافرمانی کی جائے ؟محبوب کے سکون کا سامان نہ کیا جائے ؟محبوب کی اداؤں کو ادا نہ کیا جائے ؟محبوب کے پیارے پیارے حلیے کو چھوڑ کر دشمنان محبوب کی فرنگی فیشنوں کو اپنایا جائے؟ اور کیا جائز ومباح اور مستحب عمل کے لیے فرائض وواجبات کا ترک صحیح ہے؟

☆☆☆☆☆

اصلاح اعتقاد و معمولات

تعویذ کی شرعی حیثیت

مفتی محمد محبوب رضا قادری

اہل سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ قرآن مقدس کی آیات اور احادیث میں وارد دعاؤں پر مشتمل تعویذ گلے میں ڈالنا جائز و درست ہے۔ ممانعت صرف ان تعویذات کے متعلق ہے جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہوں۔ مگر افسوس ہے غیر مقلدین نام نہاد اہل حدیث پر کہ یہ لوگ تعویذ لکھنے اور گلے میں لٹکانے کو مطلقا شرک کہتے ہیں اگرچہ قرآن مقدس کی آیات اور اسماے باری تعالی سے ہو، نیز صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو کو بھی مجرم قرار دیتے ہیں اور تعویذ لکھنے اور گلے میں لٹکانے کو شرک قرار دیتے ہوئے اپنے موقف کی تائید میں ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس کا تعلق شرکیہ کلمات پر مشتمل تعویذ کے ناجائز ہونے سے ہے، حدیث کا خود ساختہ مفہوم بیان کر کے امت مسلمہ کو گمراہ کرنا اس جماعت کا بنیادی مقصد ہے اگر ایسا نہیں تو آج بھی پوری جماعت اہل حدیث کو چیلنج ہے کہ کوئی ایسی حدیث پیش کردے جس میں یہ وضاحت ہو کہ قرآنی آیات و ماثور دعاؤں پر مشتمل تعویذ بھی شرک ہے؟

میں اپنی اس تحریر میں اپنے موقف پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے شارحین کے چند اقوال پیش کروں گا پھر اس تعلق سے ان کے اعتراضات کے جواب انہیں کے ہم مذہب علما کی کتابوں سے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

اہل سنت کی مستدل حدیث: **عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول اللہ قال اذا فزِعَ احد کم فی النوم فلیقل اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه و عقابه و من شر عباده و من ھمزات الشیطین و ان یحضرون فانھا لن تضره فکان عبداللہ بن عمرو یعلمھا من بلغ من ولده و من لم یبلغ منھم کتبھا فی صک ثم علقھا فی عنقه۔**

(ترمذی، ابواب الدعوات، حدیث نمبر ۳۵۲۸)

ترجمہ: حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ (وہ اپنے والد سے اور ان کے والد ان کے دادا سے) روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند میں ڈر جائے تو یہ کہے (اعوذ بکلمات اللہ، الخ) میں اللہ عزوجل کے مکمل و تمام کلمات کے ذریعہ اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر اور شیطانی وسوسوں اور شیطانوں کی حاضری سے پناہ چاہتا ہوں تو پھر اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا، حضرت عبداللہ بن عمرو اپنی بالغ اولاد کو یہ کلمات سکھا دیتے اور نابالغ اولاد کے گلے میں اس دعاء کو لکھ کر ڈال دیتے تھے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد میں ان الفاظ میں ہے "**و کان عبداللہ بن عمرو یعلمھن من عقل من بنیه و من لم یعقل کتبه فاعلقه علیه**"۔ (کتاب الطب، باب کیف الرقی، حدیث نمبر: ۳۸۹۳)

مذکورہ حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا صحابی رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا عمل ہے، اور اسی عمل پر اہل سنت وجماعت قائم ہیں لیکن آج کل کے نام نہاد اہل حدیث کے نزدیک تعویذ مطلق علیہ الرحمہ اشرک ہے جب کہ اکابر اہل حدیث بھی مذکورہ حدیث کی بنیاد پر قرآن مقدس کی آیات اور اسماے باری تعالی سے تعویذ کو جائز کہتے ہیں، اکابر اہل حدیث کے اقوال سے قبل سنن ترمذی اور ابو داؤد کی حدیث کی صحت اور اس کی حجیت کے متعلق شارحین حدیث کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

ابوداؤد اور ترمذی میں درج حدیث کی محدثانہ تشریح: ہم اہل سنت تعویذ لکھنے اور گلے میں لٹکانے پر جس حدیث کو پیش کرتے ہیں اس حدیث کے متعلق امام ترمذی فرماتے ہیں:

(۱) "ھذا حدیث حسن غریب"۔

(۲) ملا علی قاری ارشاد فرماتے ہیں "قابل حجت ہونا صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن ہونا کافی ہے"۔ (مرقات)

(۳) محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: "غرابت صحت کے منافی نہیں" (اشعۃ المعات، مقدمہ)

مذکورہ تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سنن ترمذی کی حدیث قابل حجت ہے کیوں کہ وہ حدیث اگر غریب ہے تو بھی قابل حجت ہے اور حسن ہے تو بھی قابل احتجاج ہے۔

(۴)جماعت اہل حدیث کے محدث عبدالرحمن مبارکپوری تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اخرجه ابو داؤد و النسائی و الحاکم وقال صحیح الاسناد" (تحفۃ الاحوذی،علمیہ بیروت)

یعنی یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۵) شرح سنن ابو داؤد میں ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کے رجال کوثقہ اور صدوق قرار دیا ہے۔(عون المعبود)

مدعی لاکھ پے بھاری ہے گواہی تیری

تعویذ کے تعلق سے اکابر اہل حدیث کے اقوال:

حدیث مذکور کی صحت اور اس کے رواۃ کے ثقہ ہونے کے تعلق سے شارحین کی تصریحات کے بعد اب خود نام نہاد اہل حدیث کے اکابرین کے اقوال تعویذ کے حوالے سے پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) وہابیوں کے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی تالیف "مختصر زاد المعاد" میں جامع ترمذی کی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے "راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے باشعور بچوں کو یہ دعا سکھایا کرتے تھے اور جو چھوٹے تھے اسے لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیا کرتے تھے"۔(مختصر زادالمعاد،ص ۳۶۶، فصل ۸۷، مترجم سعید احمد قمرالزمان الندوی،مکتبہ الملک فھد،ریاض)

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے بلا تبصرہ لکھ کر اہل سنت کی تائید کردی ہے، محمد بن عبدالوہاب نجدی کی اس وضاحت کے بعد کسی اہل حدیث مولوی کو تعویذ کے خلاف نہ کچھ لکھنے کی ضرورت ہے اور نہ کچھ کہنے کی، ہاں اگر کوئی کہے یا لکھے تو پہلے وہ یہ بتائے کہ محمد بن عبدالوہاب پر کیا حکم لگے گا؟۔

(۲) جماعت اہل حدیث کے حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی مشہور کتاب "صلوۃ الرسول" میں لکھتا ہے:"درج ذیل تعویذ لکھ کر بخار والے مریض کے سر کے نیچے رکھنے سے اسکا بخار فوراً اتر جاتا ہے' تو یہ تعویذ اس کے نزدیک اکسیر سے بڑھ کر ہے تعویذ یہ ہے (تعویذ کا نقشہ کتاب میں موجود ہے)شیخ محمد عبدالسلام مصری نے یہ اور بخار کے بعض دیگر تعویذات جو نہایت عجیب و غریب قسم کے ہیں ذکر کرنے کے بعد آخر میں جن الفاظ سے ان کی تردید کی ہے ان کا ترجمہ یہ ہے "جس شخص نے ان میں سے کسی ایک پر یہ عقیدہ رکھتے ہوئے عمل کیا کہ اس میں شفا ہے تو اللہ تعالی اسے ہلاک کرے کیوں کہ اس نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ شفا ،اللہ تعالی پر جھوٹ باندھنے اور دعا و دوا جس کا کرنا اس پر ضروری ہے کے ترک کرنے میں ہے۔(السنن والمبتدعات،ص ۳۲۷)

مگر ہمارے نزدیک یہ بھی قرآنی تعویذ ہے اس سے روکنے والے سے ہم کہیں گے کہ تم قرآن مجید سے شفا حاصل کرنے سے روکتے ہو"۔ (صلوۃ الرسول،ص ۵۱۵)

تعویذ لٹکانے کا حکم محدثین کے اقوال سے:

(۱) مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد تشریح کرتے ہوئے ملاعلی قاری تحریر فرماتے ہیں:" وهذا اصل فی تعلیق التعویذات التی فیها اسماء الله تعالی "۔(مرقات،کتاب الدعوات،باب الاستعاذہ،جلد اول،حدیث: ۲۴۷۷)

یعنی جو تعویذات اسماء باری تعالی پر مشتمل ہیں ان کے لٹکانے کے سلسلہ میں یہ حدیث اصل ہے۔

(۲) حاشیہ ترمذی میں لمعات کے حوالے سے ہے:

"هو السند فی اعناق الصبیان من التعویذات و اما تعلیق الحرز و التمائم مما کان من رسوم الجاهلیه فحرام بلا خلاف"۔(ج ۲،ص ۱۹۱مجلس برکات)

عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو تعویذات شرکیہ کلمات اور رسوم جاہلیہ پر مشتمل ہوں وہ بالاتفاق حرام ہیں اور جو تعویذ ماثور دعاؤں پر مشتمل ہوا سے گلے میں لٹکانے کے لیے مذکورہ حدیث سند کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۳) جماعت اہل حدیث کا محدث مذکورہ حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتا ہے:" وفیه د لیل علی جواز تعلیق التعویذات"۔ (مرعات،شرح مشکوۃ،ازابوالحسن مبارک پوری مکتبہ جامعہ سلفیہ بنارس)

یعنی اس حدیث میں تعویذ لٹکانے کے جواز پر دلیل موجود ہے۔

(۴) عبدالرحمن مبارک پوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:" فی عنقه أي فی رقبة ولده الذی لم یبلغ قال الشیخ عبدالحق الدهلوی فی اللمعات هذا هو السند فی مایعلق فی اعناق الصبیان من التعویذات وفیه کلام و اماتعلیق الحرز و التمائم مما کان من رسوم الجاهلیه فحرام بلاخلاف"۔ (تحفۃ الاحوذی،شرح سنن ترمذی،علمیہ بیروت)

یعنی نا بالغ اولاد کے گلے میں تعویذ لٹکادیتے ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی لمعات میں فرماتے ہیں بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کے بارے میں یہ حدیث سند کی حیثیت رکھتی ہے،لیکن وہ تعویذ جو رسوم جاہلیہ پر مشتمل ہو اس کا لٹکانا بالاتفاق حرام ہے۔

اہل حدیث کی متدل حدیث کا مسکت جواب:

تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں حدیث ابن مسعود: " قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان الرقی و التمائم و التولہ شرک"۔ (رواہ احمد و ابن ماجہ و ابن حبان والحاکم)۔" اقوہ الذھبی علی التمائم التی فیھا شرک"۔

اسی میں ہے:"ولھذا وردفی الحدیث فی حق السبعین الفاید خلون الجنہ بغیر حساب انھم ھم الذین لایرقون و لا یسترقون مع ان الرقی جائزۃ ورد دت بھاالاخبار و الاثار، واللہ علم بالصواب" ۔(کتاب الطب، باب ماجاء فی کراہیۃ التعلیق)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث جس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے جھاڑ پھونک، تعویذ اور شوہروں کو مائل کرنے والے عمل کو شرک فرمایا ہے، اس کے متعلق امام ذہبی نے یہ وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد وہ تعویذ اور مائل کرنے والا عمل ہے جو شرکیہ کلمات پر مشتمل ہو۔ اسی میں ہے اور حدیث میں جو وارد ہے کہ ستر ہزار بغیر حساب جنت میں داخل ہو گے یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور نہ ہی کسی سے جھاڑ پھونک طلب کرتے ہیں اس حدیث کے باوجود جھاڑ پھونک اور تعویذ جائز و درست ہے کیوں کہ اس کے متعلق احادیث موجود ہیں۔

اہل حدیث کی تحریر میں کہیں کہیں اس بات کی وضاحت بھی ملتی ہے کہ جھاڑ پھونک مطلقاً منع نہیں، منع صرف وہی جھاڑ پھونک ہے جو شرکیہ ہو کیوں کہ دوسری حدیث سے تخصیص پیدا ہو گئی مگر تعویذ مطلقاً شرک ہے خواہ قرآنی آیات سے ہو یا شرکیہ کلمات سے۔ یعنی یہ لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی تخصیص نہیں۔ لیکن درج بالا پیش کردہ احادیث اور شارحین کی عبارات سے قارئین اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ایسی باتیں کرنے والے اور خود کو اہل حدیث کہنے والے علم حدیث سے تو جاہل ہیں ہی ساتھ ہی وہ اپنے گھر سے بھی بے خبر ہیں۔ ☆☆☆

(صفحہ نمبر ۴۴ر کا بقیہ)...............

ان احادیث کریمہ کی روشنی میں ہر ذی علم اور ذی فہم پر واضح ہے کہ بیوی کے انتخاب کا سب سے بہترین معیار دینداری ہے۔ کیوں کہ اگر عورت میں دینداری ہوگی تو وہ اپنے شوہر اور گھر والوں کی اطاعت شعار ہوگی، اپنے شوہر سر تاج اور گھر والوں کو خوش رکھے گی اور گھر کو شاد و آباد رکھے گی۔ ہاں! ایک عورت کی طرف نبی کریم ﷺ نے رہنمائی فرمائی جس سے نکاح کیا جائے۔ اور وہ ہے محبت کرنے والی اور بچہ جننے والی عورت۔ یہ اس لیے تاکہ آپ ﷺ بروز قیامت اپنی امت کی کثرت پر فخر کا اظہار فرمائیں گے۔ چناں چہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے ایک شخص نے حاضر بارگاہ ہوکر سوال کیا:

"إِنِّی أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ وَإِنَّهَا لاَ تَلِدُ أَفَأَتَزَوَّجُهَا قَالَ لاَ. ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّی مُكَاثِرٌ بِكُمُ الأُمَمَ" (سنن ابوداؤد، باب النھی عن تزوج من لم یلد من النساء، ص:۳۸۰، حدیث:۲۰۵۰)

یعنی میں نے عزت و منصب و مال والی ایک عورت پائی، مگر اُس کے بچہ نہیں ہوتا کیا میں اُس سے نکاح کرلوں؟ حضور ﷺ نے منع فرمایا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوکر عرض کی، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے منع فرمایا، تیسری مرتبہ حاضر ہوکر پھر عرض کی، ارشاد فرمایا:"ایسی عورت سے نکاح کرو، جو محبت کرنے والی، بچہ جننے والی ہوکہ میں تمھارے ساتھ اور اُمتوں پر کثرت ظاہر کرنے والا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ملاحظہ فرمائیں کہ آپ ﷺ سے عزت، منصب اور مال والی لیکن بچہ نہ جننے والی عورت سے نکاح کے تعلق سے سوال ہوا تو آپ ﷺ نے منع فرماتے ہوئے محبت اور بچہ جننے والی عورت سے نکاح کا حکم فرمایا۔

درج بالا تمام احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ بیوی کا انتخاب اس کے مال و دولت کے سبب نہ کیا جائے، بیوی کا انتخاب اس کے حسب و نسب کی وجہ سے نہ کیا جائے، بیوی کا انتخاب اس کے منصب و عہدہ کی بنیاد پر نہ کیا جائے اور بیوی کا انتخاب اس کے حسن و جمال کے باعث نہ کیا جائے بلکہ اگر انتخاب کیا جائے تو دینداری کے سبب، تقویٰ شعاری کے بنیاد پر، مطیع و فرمابرداری کی وجہ سے اور نیک اور پرہیزگاری کے باعث کیا جائے۔ ہاں اگر ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اگر حسب و نسب، مال و دولت اور حسن و جمال والی ہو تو سونے پر سہاگہ لیکن انتخاب کا اصل معیار صرف اور صرف دینداری ہو۔

ان احادیث سے ان لوگوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے جو انتخاب زوجہ میں مال و دولت، حسب و نسب، عہدہ و منصب اور زیب و زینت، اور خوبصورتی کو دیکھتے ہیں اور دینداری کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شادی کرے خانہ آبادی کے لیے لیکن یہ آبادی کے بجائے خانہ بربادی کا سبب بن جائے۔ پھر تو زندگی کا ہر ہر لمحہ امتحان و آزمائش کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ ☆☆☆

فکر و نظر

باتیں جو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ضامن ہیں

مولانا مستقیم صاحب برکاتی مصباحی

منتخب الاولیا و مرشد الاصفیا امام غزالی علیہ رحمۃ الباری کے ایک تلمیذ ارشد نے عرصۂ دراز تک امام کی بارگاہ میں زانوے ادب تہ کرکے اپنی قسمت فروزاں کی اور بحر علوم و فنون میں غوطہ زن ہوکر حقائق و دقائق حاصل کیے۔ ایک دن وہ شاگرد سوچنے لگا کہ ان علوم میں سے کون سا علم میرے لیے دنیا و آخرت میں نفع بخش ہے؟ اسی کے حصول میں منہمک ہو جاؤں اور باقی کو چھوڑ دوں چناں چہ اپنے شیخ کی بارگاہ میں یہ سوال پیش کیا اور مؤدبانہ گذارش کی کہ اس کا جواب چند صفحات میں لکھ کر عطا فرمائیں۔ تاحین حیات میں ساتھ رکھوں گا۔

اس کے جواب میں امام غزالی نے جو نصیحتیں فرمائیں، وہ ایھا الولد کے نام سے شائع ہیں۔ اس کتاب مستطاب میں آپ نے بہت ساری وہی نصیحتیں دہرائی ہیں جو حضور اقدس ﷺ نے اپنی امت کو فرمائیں لیکن امام غزالی کی پیش کش اور برجستگی سے ان کی معنویت خوب کھل کر سامنے آئی۔

فرماتے ہیں: بیٹے! رسول اقدس ﷺ نے اپنی امت کو جو نصیحتیں فرمائیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے کسی بندے سے توجہ ہٹا لے اس کی علامت یہ ہے کہ اسے لایعنی اور بے مقصد کام میں لگا دے اور جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو جائے اس کے باوجود اس کا خیر اس کے شر پر غالب نہ ہو تو وہ جہنم کی العیاذ باللہ تیاری کرے۔

بیٹے! نصیحت کرنا تو آسان ہے مگر اسے قبول کرنا مشکل ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنا حساب خود کرو اس سے قبل کہ تمھارا حساب کیا جائے اور اپنے اعمال کو تولو اس سے قبل کہ وہ تولے جائیں۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوئی تو کسی نے انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا: کیا خبر ہے؟ فرمایا: عبادتیں مٹ گئیں ارشادات فنا ہو گئے۔ ہمیں تو چند مختصر سی رکعتیں کام آگئیں جو ہم نے رات کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر ادا کی تھیں۔

بیٹے! کتنی راتیں تم نے جاگ کر گزاریں، تکرار علم اور مطالعہ کتب میں اپنے اوپر نیندیں حرام کرلیں، مجھے نہیں معلوم اس کا باعث کیا تھا؟ اگر دنیا کی عزت و شوکت کے لیے یا جاہ و منصب کے لیے یا دولت و ثروت کے لیے یا اپنے ہم عصروں سے بازی لے جانے کے لیے یا ان پر فخر و مباہات کے لیے تو تمھارے لیے تباہی ہی تباہی ہے اور اگر مقصد شریعت مصطفوی علیہ التحیۃ والثنا کا احیا اور اپنے اخلاق و کردار کو سنوارنا اور اپنے نفس امارہ کو توڑنا تھا تو تمھارے لیے برکت ہی برکت ہے۔

بیٹے! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انسانوں کے جسم یا تو پرندوں کے پنجرے ہیں یا تو چوپایوں کے اصطبل۔ اب غور کرو ان دونوں میں سے کون ہو؟ اگر بلند پرواز پرندے ہو تو ارجعی الی ربک کی ساز سنتے ہی ایسی پرواز کرو کہ جنان کے اعلی مقام پر فروکش ہو جاؤ جیسا کہ جان دو جہاں خاتم پیغمبراں رسول رسولاں علیہ الف الف صلوۃ و سلام فرماتے ہیں: سعد بن معاذ کی موت سے عرش الہی جھوم اٹھا اور خدانہ خواستہ تمھارا درجہ چوپایوں کا ہے جیسا کہ فرمان ذو الجلال ہے "اِنْ ھُمْ اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ" تو اپنے گھر کے کمرے سے جہنم کی کھائی میں منتقل ہونے کے لیے تیار ہو جا۔

یاد رکھنا! اللہ تعالی کو تین آوازیں بڑی پسند ہیں: مرغ کی بانگ، تلاوت کی آواز اور رات کے پچھلے پہر استغفار کرنے والوں کی صدا۔

بیٹے! تم نے مجھ سے اخلاق کے بارے میں پوچھا ہے وہ یہ ہے کہ تمھارے سارے اعمال اللہ کے لیے ہوں۔ تمھارا دل لوگوں کی تعریف و توصیف پر خوش نہ ہو اور تم لوگوں کی مذمت کی پرواہ نہ کرو اور یاد رکھنا لوگ تمھاری تعظیم کریں اسی سے ریاکاری آتی ہے جس کا علاج یہ ہے کہ انہیں قدرت خداوندی کے تحت مسخر کسی قسم کی راحت یا مشقت پہنچانے میں پتھر کی طرح بے قدرت سمجھو اور جب بھی اس میں صاحب قدرت و صاحب ارادہ مانا تو ریاکاری تم سے دور نہ جائے گی۔

حضرت شیخ شبلی علیہ الرحمۃ نے چار سو اساتذہ کی خدمت کی اور فرمایا: میں نے چار ہزار حدیثیں پڑھیں، ان میں سے ایک حدیث کا انتخاب کیا اور اسی پر عمل کیا اور باقی کو چھوڑ دیا کیوں کہ میں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ اسی ایک حدیث میں میری نجات ہے، اس میں اولین و آخرین کے سارے علوم سمو دیے گئے ہیں اور یہی ایک حدیث میرے لیے کافی ہے۔

وہ حدیث یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اپنی دنیا کے

صدر المدرسین جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جنک پور، نیپال

لیے اتنا ہی کام کرو جتنا تمھیں یہاں ٹھہرنا ہے اور آخرت کے لیے اتنا کام کرو جتنا وہاں رہنا ہے اور اپنے رب کے لیے اتنا عمل کرو جتنا اس کے محتاج ہو اور جہنم کے اتنے ہی کام کرو جتنا اس پر صبر کر سکتے ہو۔ اگر یہ حدیث تمھیں معلوم ہو جائے تو علم کثیر کی تمھیں ضرورت نہیں۔

حضرت حاتم اصم، حضرت شفیق بلخی کے حلقہ بگوش تھے۔ ایک دن حضرت شفیق بلخی نے ان سے پوچھا: تم میرے ساتھ تیس سال سے ہو، اتنے عرصے میں تم نے کیا حاصل کیا؟

حضرت حاتم اصم نے کہا: اس عرصہ میں مجھے آپ کی صحبت میں آٹھ علمی فوائد حاصل ہوئے جو میرے لیے کافی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان میں بس میری نجات ہے۔ فرمایا وہ کیا ہیں؟ عرض کی:

پہلا فائدہ: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ہر ایک کا کوئی نہ کوئی محبوب ہے جس سے وہ پیار اور محبت کرتے ہیں لیکن ان میں بعض محبوب مرض الموت تک ساتھ رہتے ہیں اور بعض قبر کے کنارے تک لیکن ان میں سب کے سب قبر میں تنہا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور کوئی وہاں ساتھ نہیں جاتا۔ میں نے غور کیا تو دل نے کہا: اچھا ساتھی تو وہ ہے جو قبر میں بھی ساتھ دے۔ اس معاملے میں مجھے اعمال صالحہ ملے جو قبر اور آخرت تک اپنا ساتھ نبھاتے ہیں، پھر تو میں نے انھیں سے محبت کر لی۔

دوسرا فائدہ: میں نے دیکھا کہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور دلی آرزوؤں کی طرف بھاگتے ہیں تو میں نے رب کے اس فرمان پر غور کیا: وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى جو رب کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشات سے روکے تو اسی کا ٹھکانہ جنت ہے۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ قرآن سچا ہے اور اپنے نفس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا۔

تیسرا فائدہ: میں نے دیکھا کہ سارے لوگ دنیا کی دولت جمع کرنے میں کوشاں ہیں، پھر اسے جمع کر کے روک لیتے ہیں تو میں نے رب کے اس فرمان پر غور کیا: جو تمھارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو رب کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔ تو میں نے اپنی جمع کی ہوئی دولت خدا کی راہ میں مسکینوں میں بانٹ دی تاکہ وہ میرے پروردگار کے پاس میرے لیے ذخیرہ ہو۔

چوتھا فائدہ: میں نے دیکھا کہ بعض لوگ افراد کی کثرت میں اپنی عزت سمجھتے ہیں، بعض مال و اولاد کو عبث سمجھتے ہیں، بعض کو ظلم و خون ریزی میں اپنی برتری محسوس ہوتی ہے اور بعض نے مال کے اسراف اور فضول خرچی کو اپنی بڑائی سمجھ لیا ہے تو میں نے رب کے اس فرمان پر غور کیا: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ بارگاہ الٰہی میں تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقوی والا ہے۔ تو میں نے تقوی اختیار کر لیا اور لوگوں کے ان باطل خیالات سے کنارہ کش ہو گیا۔

پانچواں فائدہ: میں نے دیکھا کہ لوگ ایک دوسرے کی مذمت اور غیبت کرتے رہتے ہیں، میں نے محسوس کیا کہ یہ دولت، منصب اور علم میں حسد کی وجہ سے ہوتا ہے تو میں نے رب کے اس فرمان پر غور کیا: ہم نے دنیاوی زندگی میں سامان زندگی ان کے درمیان تقسیم کر دیا ہے۔ تو میں نے جان لیا کہ تقسیم توازل سے پروردگار عالم کی طرف سے ہے، پھر میں نے کسی سے حسد نہ کیا اور اپنے رب کی تقسیم پر راضی ہو گیا۔

چھٹا فائدہ: میں نے دیکھا کہ لوگ کسی نہ کسی وجہ یا مقصد سے ایک دوسرے سے دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں تو میں نے رب کے اس فرمان پر غور کیا: شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن بنا لو تو مجھے معلوم ہو گیا کہ شیطان کے علاوہ کسی اور سے دشمنی درست نہیں۔

ساتواں فائدہ: میں نے دیکھا کہ لوگ رزق کی تلاش اس قدر جد وجہد سے کرتے ہیں کہ بعض حرام یا شبہ حرام میں پڑ جاتے ہیں، کہیں اپنی ناقدری کر بیٹھتے ہیں، کہیں ذلت کے بھی شکار ہوتے ہیں۔ تو میں نے رب کے اس فرمان پر غور کیا: دنیا کے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ میرا رزق میرے رب نے اپنے ذمہ میں لے لیا ہے، پھر میں نے لالچ ترک کر دی اور رب کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔

آٹھواں فائدہ: میں نے دیکھا کہ ہر شخص کسی نہ کسی مخلوق پر بھروسہ کیے بیٹھا ہے۔ بعض دنیا اور درہم پر، بعض ملک و مال پر، بعض حرفت و صناعت پر اور بعض اسی جیسی دوسری چیزوں پر، تو میں نے رب کے اس فرمان پر غور کیا: "وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" جو خدا پر بھروسہ کرے تو وہی اسے کافی ہے، بے شک وہ اپنا حکم نافذ کرنے والا ہے اور اس نے ہر شی کے لیے ایک مقدار رکھی ہے تو میں نے خدا پر بھروسہ کیا اور وہی مجھے کافی ہے اور سب سے اچھا کارساز۔

اس پر حضرت شفیق بلخی نے فرمایا: پروردگار تمھیں توفیق دے، میں نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کا مطالعہ کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ چاروں آسمانی کتابیں انھیں آٹھ فوائد کے گرد گھومتی ہیں لہٰذا جو ان آٹھ امور پر عمل کرے وہ ان چاروں آسمانی کتابوں پر عمل کرنے والا ہے۔ ☆☆☆

اسلام اور حقوق نسواں

مفتی نور محمد جگر مصباحی

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام ادیان و مذاہب اور دھرموں میں اسلام ہی اللہ تبارک وتعالی کا پسندیدہ اور منتخب دین ہے۔ چنانچہ خود اللہ جل شانہ قرآن مقدس لاریب کتاب کے اندر ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ : (پ۳ع۱۰سورۃ آل عمران آیت ۱۹) بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔
(ترجمہ کنزالایمان)

اور دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالی عزوجل یوں ارشاد فرماتا ہے: وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پ٦ع۵سورۃ مائدہ آیت ۳) اور تمھارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔
(ترجمہ کنزالایمان)

اور مذہب اسلام ہی وہ مقدس اور پاکیزہ مذہب ہے جس نے تمام انسانوں کے حقوق عطا فرماکر سب پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو کیا مقام اور حقوق عطا کیے، اس سلسلے میں ہمیں کچھ لب کشائی کرنی ہے۔

آمد اسلام سے قبل عورتوں کا حال: تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ بات مکمل طور سے واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل پوری دنیا میں عورتوں کا بہت ہی خراب اور برا حال تھا۔ سارے جہاں میں عورتوں کی کوئی عزت ووقعت، قدر ومنزلت، مقام ومرتبہ اور کوئی مستقل حیثیت ہی نہیں تھی۔ عورتوں کو حقیر ترین اور سب سے کمتر مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ ان کی عزت وعصمت کو تار تار کیا جاتا تھا۔ ساری عورتیں ظلم وستم کی چکی میں پسی ہوئی تھیں۔ مردوں کی نگاہ میں اس سے زیادہ عورتوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی کہ وہ مردوں کی نفسانی خواہشات پوری کرنے کا ایک کھلونا تھیں۔ عورتیں شب وروز مردوں کے مختلف قسم کی خدمتیں کیا کرتی تھیں، اور طرح طرح کے کاموں سے یہاں تک کہ دوسروں کی محنت ومزدوری کرکے جو کچھ کماتی تھی وہ بھی مردوں کو دے دیا کرتی تھیں، مگر ظالم وجابر مرد پھر بھی ان عورتوں کی کوئی قدر اور احترام نہیں کرتے تھے۔ جانوروں کی طرح بلکہ جانوروں سے بھی برا ان کے ساتھ سلوک کرتے تھے، ان کو مارتے اور پیٹتے تھے، ذرا ذرا سی بات پر ان کے کان ناک زبان اور دگر اعضاء کاٹ دیا کرتے تھے، اور کبھی کبھی قتل بھی کرڈالتے تھے، ان ممالک کے لوگ جو اپنے اپنے ملکوں پر فخر اور ناز کیا کرتے تھے، ان کے نزدیک بھی عورتوں کا کوئی مقام ومرتبہ عزت وعظمت قدر ومنزلت اور احترام نہیں تھا۔ اس سلسلے میں ہم چند ممالک کے حالات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں، جن سے واضح اور ظاہر ہوجائے گا کہ اسلام کی آمد سے قبل اقوام عالم اور سارے ممالک کی عورتوں کا کیا حال تھا؟

ملک عرب میں عورتوں کا حال:۔ ملک عرب میں لوگ عورتوں کو موجب ذلت وعار سمجھتے تھے، اہل عرب نے عورتوں کو ایک غیر مفید عنصر سمجھ کر میدان عمل سے ہٹا دیا تھا اور انہیں پستی کے ایک ایسے غار میں پھینک دیا تھا کہ جن کے بعد ان کے ارتقاء اور بلندی کی کوئی امید ہی نہیں تھی۔ عورتیں طرح طرح کے ظلم وستم کا شکار بنی ہوئی تھیں، عرب کے لوگ شرم وعار کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کردیا کرتے تھے، گھر کی عورتوں کو سب کے سامنے عیاں کیا جاتا اور پھر ان کو فروخت کیا جاتا تھا، میلوں میں ان کو موجب گناہ اور سماج ومعاشرہ کی بدترین مخلوق سمجھا جاتا تھا، خاص دنوں میں ان کو گھر سے نکال کر جنگلوں میں بھیج دیا جاتا یا گھر میں ہی باندھ دیا جاتا تھا، ماں ۔بہن اور بیٹی میں کوئی فرق نہ رکھا جاتا تھا، ان سے زنا عام تھا، باپ کے مرنے کے بعد اس کے لڑکے جس طرح باپ کی جائداد اور سامان کا مالک ہوجایا کرتے تھے اسی طرح اپنے باپ کی بیبیوں کے مالک بن جایا کرتے تھے، اور ان عورتوں کو زبردستی لونڈیاں بناکر رکھ لیا کرتے تھے، اور ان کے ساتھ رات گزارتے تھے، عورتوں کو ان کے ماں باپ بھائی بہن یا شوہر کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ملتا تھا، نہ عورتیں کسی

چیز کا مالک ہوا کرتی تھیں۔ عرب کے بعض قبیلوں میں یہ ظالمانہ جابرانہ رواج تھا کہ عورتوں کو بیوہ ہو جانے کے بعد گھر سے نکال کر ایک چھوٹے سے تنگ و تاریک جھونپڑے میں ایک سال تک قید میں رکھا جاتا تھا وہ جھونپڑے سے باہر نہیں نکل سکتی تھیں نہ غسل کر سکتی تھیں اور نہ دوسرے کپڑے بدل سکتی تھیں، کھانا پانی اور اپنی ساری ضرورتیں اسی جھونپڑے میں پوری کرتی تھیں، بہت ساری عورتیں تو دم گھٹ گھٹ کر مر جاتی تھیں، اور جو زندہ بچ جاتی تھیں تو ایک سال کے بعد ان کی آنچل میں اونٹ کی مینگنیاں ڈال دی جاتی تھیں، اور ان کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ کسی جانور کی بدن سے اپنے بدن کو رگڑیں پھر سارے شہر کا اسی گندے کپڑے میں چکر لگائیں، اور ادھر ادھر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی ہوئی چلتی رہیں، یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ ان عورتوں کی عدت ختم ہوگئی ہے۔ اسی طرح کی دوسری بھی بہت سی خراب اور تکلیف دہ رسمیں تھیں جو عورتوں کے لیے مصیبتوں اور پریشانیوں اور بلاؤں کا پہاڑ بنی ہوئی تھیں اور بے چاری مصیبت کی ماری تکلیف زدہ عورتیں اسی طرح گھٹ گھٹ کر اور رو رو کر اپنی بقیہ زندگی کے سارے دن گزارتی تھیں۔

ملک ہندوستان میں عورتوں کا حال:۔ ہندوستان میں عورتوں کے تعلق سے یہ عقیدہ اور قانون وضع کیا گیا تھا کہ وبائیں. موت. جہنم. آگ اور سانپوں کا زہر عورتوں سے بہتر ہے۔ یہاں تو بیوہ عورتوں کے ساتھ بہت ہی بڑا بھیانک دردناک ظالمانہ جابرانہ برتاو کیا جاتا تھا۔ ہندو دھرم میں ہر عورت کے لیے لازم اور ضروری تھا کہ وہ زندگی بھر شوہر کی خدمت و اطاعت کر کے ''پتی پوجا'' شوہر کی پوجا کرتی رہے، اور شوہر کی موت کے بعد اس کی ''چتا'' کی آگ کے شعلوں پر زندہ لیٹ کر ''ستی'' ہو جائے، یعنی شوہر کی لاش کے ساتھ عورت بھی زندہ جل کر راکھ ہو جائے، اور اگر وہ شوہر کے ساتھ نہ جلتی تھی تو لوگ اس پر لعن طعن کرتے تھے۔

اہل یونان کے نزدیک عورتوں کا مقام:۔ یونان کے لوگ عورتوں کے بارے میں بہت ہی برے اور غلط خیالات اور تصورات رکھتے تھے، ان کی نظر میں عورتوں کی کوئی قدر و قیمت ہی نہیں تھی، اور وہ اپنے درمیان عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے، اور ان کو عموما ایک کم درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے، اگر کسی عورت کا بچہ خلاف فطرت پیدا ہوتا تو اس کو مار ڈالتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ آگ سے جل جانے اور سانپ سے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر، فتنہ و فساد اور مکر و فریب کا علاج محال ہے۔ نیڈور نامی ایک عورت کے بارے میں ان کا عام اعتقاد اور نظریہ تھا کہ وہی تمام دنیاوی آفات و مصائب کی جڑ ہے۔ ایک یونانی ادیب کا قول ہے عورت مرد کے لیے دو مواقع پر باعث فرحت و مسرت ہوتی ہے (۱) ایک تو عورت کی شادی کے دن (۲) اور دوسرے اس عورت کے انتقال کے دن۔

اہل روم کے نزدیک عورتوں کا مقام :۔ ملک روم میں عورتیں مکمل لاچار و مجبور تھیں، ان کو کوئی حق حاصل نہیں تھا، اور مردوں کو عورتوں پر پورے حقوق حاصل تھے۔ افسر اعلی خاندان جو باپ ہو یا شوہر اسے اپنی بیوی بچوں پر پورا پورا اختیار حاصل ہوتا تھا۔ اور وہ عورت کو جب چاہے نکال سکتا تھا۔ بعض حالات میں وہ عورت کو قتل کرنے کا بھی مجاز رکھتے تھے۔ دلہن کے والد کو جہیز یا نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی نہ تھی اور باپ کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو جہاں چاہے شادی کر دے، بلکہ کبھی کبھی تو اس کی کی ہوئی شادی کو بھی توڑ سکتا تھا۔ عورت کو ہمیشہ تنگ دست اور محتاج رکھا جاتا تھا، شادی کے بعد اس کی تمام جائیداد اور سارے حقوق قانونی طور پر اس کے شوہر کے سپرد کر دیتے تھے۔ عورت کو ایک لونڈی کی حیثیت دی جاتی تھی، اور وہ قوم و سماج اور معاشرہ میں بے کس و بے بس ولاچار اور مجبور تھی، اس کا کوئی پرسان حال کہیں بھی نظر نہ آتا تھا۔

اہل فارس (موجودہ ایران) کی نظر میں عورتوں کا مقام :۔ ملک فارس کے لوگ باپ کا بیٹی اور بھائی کا بہن کو حق زوجیت میں لینا کوئی معیوب نہیں سمجھتے تھے۔ یزدگرد ثانی نے جو پانچویں صدی کے وسط میں ملک فارس کا بادشاہ تھا اپنی حقیقی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر اسے قتل کر ڈالا۔ اہل فارس کا اعتقاد و نظریہ تھا کہ دولت

اور عورت کسی کی میراث نہیں بلکہ ساری قوم کا مشترکہ ورثہ ہے۔جس طرح دولت میں سب کی حصہ داری ہے اسی طرح عورت میں بھی سب کی حصہ داری ہے۔ حکمراں طبقہ خواہش پرستی میں لت پٹ تھا،وہاں کے قانون نے گھر کی ملکہ کو ایک لونڈی اور بیوی کو ایک درجہ پر رکھا تھا۔

اہل انگلستان کی نظر میں عورتوں کا مقام :۔ انگلستان کے لوگ عورتوں کو مکمل لاچار اور مجبور تصور کرتے تھے،ان کے یہاں عورتیں کسی بھی قسم کا معاملہ طے کرنے میں آزاد نہیں تھیں۔ان کے لیے نان ونفقہ کا بھی کوئی مناسب قانون نہیں تھا۔اور نہ ان کو مرد کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کا حق تھا،مرد چاہتا تو عورتوں کو حق وراثت سے بھی محروم کر سکتا تھا۔مرد بیوی کی جائیداد کا جائز حقدار سمجھا جاتا تھا،عورتیں اپنے اختیار سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی تھیں یہاں تک کہ اس کی بھی اجازت نہیں تھی کہ عورتیں خود کما کر اپنی ذات پر خرچ کریں اور اپنی پسند سے شادی کریں،لڑکیاں ماں باپ کی ملک سمجھی جاتی تھیں وہ جس سے چاہے شادی کر دیتے تھے،شادی ایک تجارت تھی جس کے ذریعے والدین اپنی لڑکیاں لڑکوں کو فروخت کر دیتے تھے۔

خلاصۂ کلام کہ آمد اسلام سے پیشتر پوری دنیا میں عورت نہایت مظلوم اور معاشرتی وسماجی عزت واحترام سے محروم زندگی گزارنے پر مجبور تھی،بلکہ عورت کے وجود کو باعث ننگ وعار تمام برائیوں کا مرقع اور قابل نفرت سمجھا جاتا تھا۔بے رحم اور ظالم وجابر مرد عورتوں پر طرح طرح کے ظلم وستم کے پہاڑ توڑتے تھے،ان مظلوم اور بے کس عورتوں کی مجبوری اور لاچاری کا یہ عالم تھا کہ معاشرہ میں نہ توان کے حقوق تھے اور نہ ان کی مظلومیت اور بے کسی پر دادوفریاد کے لیے کسی قانون کا کوئی سہارا تھا،ہزاروں سال تک یہ ظلم وستم کی ماری دکھیاری عورتیں اپنے اس بے بسی اور لاچاری پر روتی بلبلاتی اور آنسو بہاتی رہیں،مگر کوئی بھی ان عورتوں کے زخموں پر مرہم رکھنے والا اور ان کی مظلومیت کے آنسوؤں کو پوچھنے والا دور دور تک نظر نہیں آتا تھا۔

آمد اسلام کے بعد عورتوں کا مقام :۔ لیکن جب مذہب اسلام آیا تو دنیا بھر کی ستائی ہوئی عورتوں کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور اسلام کی بدولت ظالم وجابر مردوں کے ظلم وستم سے کچلی اور روندی ہوئی عورتوں کا مقام ومرتبہ اس قدر بلند وبالا ہو گیا کہ عبادات ومعاملات بلکہ زندگی اور موت کے ہر ہر مرحلہ اور ہر ہر موڑ پر عورتیں مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہوگئیں اور مردوں کی برابری کے درجہ پر پہونچ گئیں مردوں کی طرح عورتوں کے حقوق بھی مقرر ہو گئے، اور ان کے حقوق کی حفاظت ونگہبانی کے لیے خداوندی قانون آسمان سے نازل ہو گئے اور ان کے حقوق دلانے کے لیے اسلامی قانون کی ماتحتی میں عدالتیں قائم ہوگئیں۔عورتوں کو مالکانہ حقوق واختیارات حاصل ہو گئے۔چناں چہ عورتیں اپنے مہر کی رقموں اپنی تجارتی اور جائیداد کی مالک بنادی گئیں،اور اپنے ماں باپ . بھائی . بہن . اولاد اور شوہر کی میراث کی وارث قرار دی گئیں۔غرض وہ عورتیں جو مردوں کی جوتیوں سے زیادہ ذلیل وخوار اور انتہائی مجبور ولاچار تھیں وہ مردوں کے دلوں کا سکون اور ان کے گھروں کی ملکہ بن گئیں۔ اسلام کی مقدس کتاب قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی جل جلالہ وعم نوالہ نے عورتوں کے متعلق صاف صاف لفظوں میں اعلان فرمادیا کہ: ”خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً“ (پ۲۱ع۵ سورۂ روم آیت ۲۱)

یعنی اللہ تعالی نے تمھارے لیے تمھاری جنس سے بیویاں پیدا کردی تاکہ تمہیں ان سے تسکین حاصل ہو اور اس نے تمھارے درمیان محبت وشفقت پیدا کردی۔ دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالی یوں ارشاد فرماتا ہے:”وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ“ (پ۲ع۱۲ سورۂ بقرہ آیت ۲۲۲)

یعنی عورتوں کے مردوں پر ایسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر اچھے سلوک کے ساتھ۔اور تیسرے مقام پر پروردگار عالم یوں ارشاد فرمارہا ہے:” وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ “ (پ۴ع۱۴ سورۂ نساء آیت ۱۹) یعنی اچھے سلوک سے عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرو۔حدیث پاک میں

اللہ کے مقدس نبی رحمت عالم نور مجسم سید عرب وعجم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ”خيارکم خيارکم لنساءهم“ (ترمذی شریف جلد اول ابواب الرضاع باب ماجاء فی حق المرآۃ علی زوجہاص۲۱۹فیصل پبلیکیشنز دیوبند) مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح باب عشرۃ النساوحما لکل واحد من الحقوق الفصل الثانی ص۲۸۲مطبع ایضا)

یعنی تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔دوسری حدیث پاک میں سرور کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوں ارشادفرماتے ہیں ”لا يفرك مؤمن مؤمنةان كره منهاخلقا رضى منهاآخر“ (مسلم شریف جلد اول کتاب الرضاع باب الوصیہ بالنساء ص۴۷۵مکتبہ بلال دیوبند۔مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح باب عشرۃ النساء ومالکل واحد من الحقوق الفصل الاول ص۲۸۰فیصل پبلیکیشنز دیوبند)

یعنی کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض وکینہ اور نفرت وعداوت نہ رکھے کیونکہ اگر عورت کی کوئی عادت بری معلوم ہوتی ہوتواس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔

الحاصل: اسلام نے کہا کہ عورت اللہ تعالی کی بڑی بڑی نعمتوں میں سے ایک بہت ہی عظیم نعمت ہے۔اسلام نے کہا کہ عورت دنیا کی آبادکاری اور دینداری میں مردوں کے ساتھ تقریبابرابر کی شریک ہے۔اسلام نے کہا کہ عورت مرد کے دل کا سکون،روح کی راحت، ذہن کا اطمینان اور بدن کا چین وقرار ہے۔اسلام نے کہاعورت دنیا کے خوبصورت چہرہ کی آنکھ ہے اگر عورت نہ ہوتی تو دنیا کی صورت ناکافی ہوتی۔اسلام نے کہا کہ عورت حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت حوا رضی اللہ تعالی عنہا کے سوا تمام انسانوں کی ماں ہے، اسی لیے سب کے لیے قابل احترام ہے۔اسلام نے کہا کہ عورت کا وجود انسانی تمدن وترقی کے لیے بے حد ضروری ہے۔اگر عورت نہ ہوتی تو مردوں کی زندگی جنگلی جانوروں سے کہیں زیادہ بدتر ہوتی۔اسلام نے کہا کہ عورت بچپن میں بھائی بہن اور ماں باپ سے محبت کرتی ہے، اور شادی کے بعد شوہر سے محبت کرتی ہے اور ماں بن کر اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے اس لیے عورت دنیا میں پیارومحبت کا ایک بے نظیر تاج محل ہے۔ اس طرح مذہب اسلام نے عورتوں کا مقام ومرتبہ اور حقوق دنیاوالوں کے سامنے پیش کرکے مردوں کے دلوں میں عورتوں کی محبت والفت پیدا فرماکر عورتوں کے اوپراحسان عظیم فرمایا۔

ان مذکورہ تفصیلات سے یہ امر بخوبی نتیجۃًماخوذ ہوتا ہے کہ آج ہمارے زمانے میں وہ عناصر جوآزادانہ خیال رکھتے ہیں انہوں نے ایک مقام پر نہیں کئی مقامات پر اپنے آزادخیالی کا اظہار کرتے ہوئے جو یوں کہہ دیتے ہیں کہ ”اسلام نے عورتوں کو ایک چہار دیواری کے اندر مقفل کرکے رکھ دیا ہے انہیں سیروتفریح اور گھر سے باہر تعلیم وتعلم پر مکمل پابندی لگادی ہے“ وہ حضرات یقیناً ذہنی اور نفسانی امراض کے شکار ہیں اور اسلامی نظریات سے کوسوں دور نظر آرہے ہیں۔اسلام نے کبھی بھی اور کسی وقت بھی عورتوں کو گھر سے باہر تعلیم وتربیت پر پابندی نہیں لگائی اور کبھی بھی روک تھام نہیں کیا، ہاں البتہ اسلام نے ان کی عصمت وعفت کی حفاظت کرتے ہوئے ضرور انہیں مکمل پردے کا اہتمام کرکے اور شرائط کے ساتھ گھر سے باہر بھی علم حاصل کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے، ایسے ہی تجارت کا بھی مکمل حق شرائط کے ساتھ عورتوں کو حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کی خادمہ بن کر زندگی جینے کا حق فراہم کیا ہے۔لہذاوہ لوگ جو اب تک اسلامی نظریات وافکار سے نابلد ہیں اور اپنی مکمل جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے جو یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ ”اسلام نے عورتوں کو کچھ حق نہیں دیا ہے اور ایک چہار دیواری کے اندر مقفل کردیا ہے“ وہ سخت قسم کے خاطی ہیں انہیں اسلام کے خلاف غلط نظریات وافکار قائم کرنے کے بجائے اپنی آنکھوں سے تعصب کا عینک اتار کر قوانین اسلام کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اسلام کے صحیح نظریات و افکار سے لوگوں کو روشناش کرانا چاہیے، اور پورے عالم میں انسانی حقوق کی پاسداری اور امن وشانتی .چین وسکون کے لیے اسلامی لا (islamiclaw) نافذ کرنا چاہیے۔ ☆☆☆

بزمِ خواتین

بیوی کا انتخاب
احادیث کی روشنی میں

مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی)

نکاح ایک مقدس و پاکیزہ رشتہ ہے جو نسل انسانی کی حفاظت و بقا اور انسان کے فطری جذبات کی مناسب تحدید کے لیے وضع ہوا ہے۔ یہ ایسا رشتہ ہے کہ اس سے منسلک ہونے کے بعد دو دل نہیں بلکہ دو خاندانوں میں محبت و قرابت اور اتحاد و اتفاق کی بہاریں ہو جاتی ہیں۔ بنی نوع انسانی کے لیے یہ تحفہ اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اکثر انبیائے کرام علیہم السلام نے اسے قبولیت سے سرفراز فرمایا۔ چناں چہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ، وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ"۔ (سنن ترمذی، باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیہ، ص:۳۲۸، حدیث:۱۰۸۲)

یعنی چار چیزیں انبیائے کرام علیہم السلام کی سنتوں سے ہیں۔ (۱) حیا کرنا، (۲) عطر لگانا، (۳) مسواک کرنا اور (۴) نکاح کرنا۔

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کے لیے اس کی اہمیت و افادیت میں مزید چار چاند لگ گئے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے اپنی سنت بھی قرار دیا۔ چناں چہ آپ ﷺ کے تبسم ریز لب مبارک گویا ہے:

"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي، فَلَيْسَ مِنِّي"۔ (سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی فضل النکاح، ص:۴۳۳، حدیث:۱۸۴۶)

نکاح میری سنت ہے سو جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں۔

علاوہ ازیں نکاح کے ذریعہ سکون و اطمینان کے بیش قیمت دولت بھی نصیب ہوتی ہے۔ چناں چہ قرآن پاک میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً"۔ (سورۃ الروم، آیت:۲۱)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمھارے لئے تمھاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمھارے آپس میں محبّت اور رحمت رکھی۔

مزید یہ کہ نکاح کے لڑی میں شامل ہو جانے سے انسان بدنظری اور بے حیائی جیسے ہلاکت خیز گناہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ"۔ (صحیح البخاری"، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم، ص:۱۲۹۳، الحدیث:۵۰۶۶)

اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ قاطع شہوت ہے۔

نکاح کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی برکت سے ایک مومن کا دو تہائی ایمان محفوظ ہو جاتا ہے اور جب انسان نکاح کے رشتہ میں بندھ جاتا ہے تو انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان لعین حسرت و یاس اور غم و اندوہ کے دریا میں ڈوب کر کف افسوس ملتا ہے۔ چناں چہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا:

" اذا تزوج احدکم، عج شیطانه یقول : یا و یله ! عصم ابن آدم منی ثلثی دینه "۔ (کنز العمال "، کتاب النکاح، الحدیث:۴۴۴۵۴، ج:۱۶، ص:۲۷۸)

ترجمہ: جب تم میں کوئی نکاح کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے۔ ہائے افسوس! ابن آدم نے مجھ سے اپنا دو تہائی دین بچالیا۔

لیکن نکاح جیسے مقدس رشتہ سے پہلو تہی کرنے والے اور اس کی اہمیت کو نہ سمجھنے والے کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں سخت وعید بیان فرمائی۔ چناں چہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"من کان موسرا لان ینکح فلم ینکح فلیس منا"۔ ("المصنف"، لابن ابی شیبۃ، کتاب النکاح فی التزویج من کان یامر بہ و یحث علیہ، ج:۴، ص:۲۵۳)

یعنی جو اتنا مال رکھتا ہے کہ نکاح کرلے، پھر نکاح نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔

ظاہر ہے کہ جس کو نبی کریم ﷺ اپنی سنت قرار دیں اور جسے بد نظر و بے حیائی سے حفاظت کا سبب بتائیں اور جس رشتہ سے بندھ جانے کے بعد شیطان لعین آہ و بکا اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ استطاعت کے باوجود اس سعادت سے بہرہ ور نہ ہونے والے کے لیے نبی محتشم ﷺ فرمائیں کہ وہ ہم میں سے نہیں تو اس کی اہمیت و افادیت کا کون انکار کر سکتا ہے۔ لیکن اس سنت کی بجا آوری میں شریک حیات کے انتخاب میں احتیاط حد درجہ ضروری ہے۔ کیوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان جس کو اپنا شریک حیات بنائے اس کے ساتھ زندگی گزارنے میں کوفت کا احساس ہونے لگے اور پھر پوری زندگی اجیرن ہو جائے۔ اس لیے ایک مرد، بیوی کے انتخاب میں کس چیز کو معیار بنائے؟ اور کس خصوصیت کی بنا پر کسی کو شریک حیات بنایا جا سکتا ہے؟ اور کس خصوصیت کو ترجیح دے؟۔ ان سوالات کے جواب احادیث رسول ﷺ میں واضح انداز میں موجود ہے۔ چناں چہ انسان، بیوی کے انتخاب میں کس کس خصوصیات کو معیار بناتا ہے اور ان میں کس کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس کی رہنمائی فرماتے ہوئے نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

" تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ"۔ (صحیح مسلم، باب استحباب نکاح ذات الدین، ص: ۶۹۳، حدیث: ۳۵۲۵)

یعنی عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے (نکاح میں ان کا لحاظ ہوتا ہے)۔ ۱مال و ۲حسب و ۳جمال و ۴دین کی وجہ سے اور تو دین والی کو ترجیح دے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث پاک میں نیک عورت کو دنیا کی سب سے بہترین مال و متاع اور ساز و سامان قرار دیا۔ جیسا ذیل کی حدیث پاک سے بالکل عیاں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ " (صحیح مسلم، باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، ص: ۶۹۵، حدیث: ۳۵۳۳)

یعنی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہتر متاع نیک عورت۔

مذکورہ احادیث مبارکہ میں غور فرمائیں کہ نبی معظم ﷺ نے اپنے مختصر جملے میں انتخاب زوجہ کے حوالے سے کتنی اہم خصوصیت کی طرف رہنمائی فرمائی۔ یقیناً اگر عورت نیک خصلت ہوگی، بیوی دین کی دولت سے مالا مال ہوگی اور زوجہ تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوگی تو خود بھی دین اور شریعت کے دائرے میں رہے گی، اپنے شوہر کی اطاعت شعار ہوگی، گھر والوں سے ادب و احترام سے پیش آئے گی اور گھر کے معاملات میں بھی دین و شریعت سے تعاون حاصل کرے گی۔ اور پھر گھر امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ لیکن اگر انتخاب زوجہ میں دینداری، تقویٰ شعاری اور نیکو کاری کا لحاظ نہ کیا جائے تو معاملہ بالکل برعکس ہوگا۔ احادیث مبارکہ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ چناں چہ دینداری اور تقویٰ شعاری کو انتخاب زوجہ میں معیار نہ بنانے میں جو وبال ہے اس کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یوں بیان فرماتے ہیں:

"سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِعِزِّهَا لَمْ يَزِدْهُ اللَّهُ إِلا ذُلا وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللَّهُ إِلا فَقْرًا وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِحُسْنِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللَّهُ إِلا دَنَاءَةً وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لَمْ يَتَزَوَّجْهَا إِلا لِيَغُضَّ بَصَرَهُ وَيُحْصِنَ فَرْجَهُ أَوْ يَصِلَ رَحِمَهُ بَارَكَ اللَّهُ لَهُ فِيهَا وَبَارَكَ لَهَا فِيهِ"۔ (المعجم الاوسط، باب من اسمہ ابراہیم، ج:۳، ص:۲۱، حدیث: ۲۳۴۲)

میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کے سبب نکاح کیا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل بنائے گا۔ جس نے اس کی مال و دولت کی وجہ سے نکاح کیا اللہ عزوجل اسے مزید محتاج کر دے گا۔ جس نے اس کے حسب و نسب کے باعث نکاح کیا اللہ سبحانہ اس کی دناءت میں اضافہ فرمائے گا لیکن جس نے کسی عورت سے صرف اس لیے نکاح کیا کہ نظر اور شرم گاہ کی حفاظت یا صلہ رحمی کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس نکاح میں مرد اور عورت دونوں ہی کے لیے برکت عطا فرمائے گا۔

اور اگر بیوی نیک اور صالحہ ہوگی تو اس کے کیا کیا فوائد ہیں۔ آقائے کائنات فخر موجودات ﷺ کی زبان اقدس سے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں: "مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ، إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ، وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ، وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ، وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ"۔ (ابن ماجہ، کتاب النساء، باب أفضل النساء، ص: ۴۳۵، حدیث: ۱۸۵۷)

یعنی تقوے کے بعد مؤمن کے لیے نیک بی بی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اگر اُسے حکم کرتا ہے تو وہ اطاعت کرتی ہے اگر اسے دیکھے تو خوش کر دے اور اس پر قسم کھا بیٹھے تو قسم سچی کر دے اور کہیں کو چلا جائے تو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں بھلائی کرے (خیانت و ضائع نہ کرے)۔

.... (بقیہ صفحہ نمبر ۳۶ پر)

منظومات

پروفیسر سید طلحہ رضوی برقؔ

قطعۂ تاریخ

بہ تقریب "سہ ماہی سنی پیغام"

اے اشرف مخلوقات اے خیر سب امت میں
مقسوم ہے مومن کا عالم میں شہنشاہی

ہے امر تو بالمعروف اور نہی عن المنکر
ہاں ! جیسا کروگے تم پاؤ گے بھی ویسا ہی

ارشاد خدا وندی فرمان رسالت ہے
یہ دعوت اسلامی جبری ہے نہ اکراہی

خورشید شریعت کی تابانی کے باوصف آج
افسوس یہ بے دینی روز افزوں یہ گم راہی

تبلیغ تو قرآن کی مسنون عبادت ہے
لازم ہے مسلماں پر دے سب کو یہ آگاہی

اس جذبۂ صادق نے آمادہ کیا ہم کو
پیغام یہ پہنچا دوں یہ کام ہے للّٰہی

گونجے گی صدا اپنی نکلے ہیں ترائی سے
"اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی"

ہم مصطفوی علوی حسنی و حسینی ہیں
توریثی ہے سرمایہ علمی و ید اللّٰہی

الفقر پہ فخری کیوں سرکار نے فرمایا
اس فقر و تصوف کو کیا سمجھیں گے جم جاہی

گم گشتوں کے بہکانے پر دشت نوردی کی
یا رب ہو مقدر میں اب خضر کی ہم راہی

منزل کو پہنچ جائیں ہم سایۂ رحمت میں
دے عاجز مسکیں کو آسایش خرگاہی

پیغام محبت ہی پیغام ہے مذہب کا
ہم سنی گداؤں کے پاسنگ میں ہے شاہی

یا رب سر ہر اہل سنت و جماعت کو
دے عشق محمد میں سر دینے کا سوداہی

ہو سال اشاعت کا اے برق اضافہ کر
اعجاز بیاں "سنی پیغام" پہ "سہ ماہی"
۱۴۳۹ھ

رضوی پیغام کی تفسیر ہے سنی پیغام

محمد سلمان فریدی مصباحی، مسقط عمان

لوح ایثار کی تحریر ہے سنی پیغام
نور اخلاص کی تنویر ہے سنی پیغام
حفظ ناموس رسالت ہے ہمارا مقصود
غیرت عشق کی شمشیر ہے سنی پیغام
اس کے جلوؤں میں ہے مہتاب نبوت کی جھلک
فیض سرکار کی تصویر ہے سنی پیغام
غوث وخواجہ کی عقیدت کا یہ تازہ گل زار
جن کے فیضان کی تاثیر ہے سنی پیغام
اس کے ہر رخ سے نمایاں ہیں رضا کے افکار
رضوی پیغام کی تفسیر ہے سنی پیغام
تازہ رکھنی ہے بزرگوں کی روایت اس سے
پیکر عظمت و توقیر ہے سنی پیغام
درس دیتا ہے جو کردار کی سچائی کا
قصر اعزاز کی تعمیر ہے سنی پیغام
اس سے ہے شمع ہدایت کے اجالوں کا فروغ
ظلمت کفر کی تسخیر ہے سنی پیغام
روح ملت میں اخوت کی رمق اور بڑھے
رفعت دین کی تدبیر ہے سنی پیغام
ہر قدم پر ہے یہاں حق سے وفا کی تعلیم
اہل ایمان کا اک تیر ہے سنی پیغام
جو کڑی ٹوٹ گئی اس کو بھی جوڑیں گے یہاں
رشتۂ دین کی زنجیر ہے سنی پیغام
کفر و باطل کے اندھروں سے ڈریں ہم کیوں کر
سر بسر جلوۂ شبیر ہے سنی پیغام
صلۂ خیر سب ارکان ومعاون پائیں
اک حسیں خواب کی تعبیر ہے سنی پیغام
آؤ ہم مل کے دل وروح کے گلشن سینچیں
علم کا بہتا ہوا نیر ہے سنی پیغام
سلسلہ اس کا ہو تاحشر فریدی جاری
خوش بوے ایمان کی تصدیر ہے سنی پیغام

پھولتا پھلتا رہے گا سہ ماہی ''سنی پیغام''

مفتی نور محمد جگر مصباحی

پھولتا پھلتا رہے گا سہ ماہی سنی پیغام
حشر تک چلتا رہے گا سہ ماہی سنی پیغام
فضلِ رب ،کرمِ نبی اور اولیا کے فیض سے
جاری ہے جاری رہے گا سہ ماہی سنی پیغام
اہلِ سنت ، مسلکِ احمد رضا کی دوستو!
ترجمانی ہی کرے گا سہ ماہی سنی پیغام
مسلک احمد رضا کوئی نیا مسلک نہیں
دشمنِ دیں سے کہے گا سہ ماہی سنی پیغام
قادری فیضان ، برکاتی عطاؤں کی ضیا
بانٹتا ہی اب پھرے گا سہ ماہی سنی پیغام
کررہے ہیں سرپرستی حضرتِ فخرِ نیپال
ان کے سایہ میں چلے گا سہ ماہی سنی پیغام
کر رہے نگرانی حضرت ، قاضیِ نیپال ہیں
ان کے جلوؤں میں بڑھے گا سہ ماہی سنی پیغام
جب رفاقت مل گئی حضرت کلیمی کی اسے
ان کی شفقت میں پھلے گا سہ ماہی سنی پیغام
فاونڈیشن اور جمعیت پر رہے رب کا کرم
جن کی محنت سے چھپے گا سہ ماہی سنی پیغام
کون سا فرقہ ہے ناری کو سا ہے جنتی
عام یہ ہر سو کرے گا سہ ماہی سنی پیغام
جو کرے بکواس شانِ اولیا میں دوستو
!برقِ خاطف بن گرے گا سہ ماہی سنی پیغام
اہل باطل ، بد عقیدہ ، فتنہ پرور جو بھی ہیں
دیکھ کر خود ہی مرے گا سہ ماہی سنی پیغام
اپنی ترتیبِ مضامیں اپنی ہی تحریر سے
لوگوں کے دل میں بسے گا سہ ماہی سنی پیغام
مخلص و ہمدردِ دیں قائم رہیں سالم رہیں
یہ دعائیں دل سے دے گا سہ ماہی سنی پیغام
درمیان حق و باطل اے جگر مصباحی اب
خط فاصل کھینچ دے گا سہ ماہی سنی پیغام

आप के मसाइल ?

मुफ्ती मुहम्मद उस्मान रज़वी

क्या फरमाते हैं उलमाए दीन व मुफ्तीयाने शरा मतीन इस मसअला के बारे में कि हमारे अलाक़ा में लोग आम तौर पर ताज़िया बनाते हैं और उसमें लाखों रूपये खर्च करके फ़ख्र करते हैं और उलमाए किराम के समझाने से भी बाज़ नहीं आते। लिहाज़ा ताज़िया दारी का क्या हुक्म है? तफसील के साथ जवाब दें । करम होगा ।

मुहम्मद शमसूल हक़ फैज़ी
महदैया ज़िला महोत्तरी

الجواب بعون الوهاب، اللهم هداية الحق والصواب

हिन्द व नेपाल में जिस तरह की ताज़िया दारी और उसके बनाने का रिवाज है और फिर उसमें बाजा गाजा, गश्त, औरतों और मर्दों का मेलजुल और दूसरे सैकड़ों बुराईयों का होना है, यह सब नाजाइज़ और हराम है, जिसका करने वाला अल्लाह तआला के क़हर व अज़ाब का मुस्तहिक़ और शैतान का भाई है और नाजाने कितनी बुराइयों के गुनाहों का सज़ावार है। हुज़ूर सैईदी आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा ख़ान अलैहिर्रहमा ने अपनी किताब में लिखा है और इसी तरह के एक सवाल का जवाब दिया है जो यह है।

ताज़िया की असल इस क़दर थी कि रौज़ा पुरनूर शहज़ादा गुलगु क़ुबा हुसैन शहीदे ज़ुल्म व जफा सलवातुल्लाहि तआला व सलामोहु आला जद्देहिल करीम व अलैहि की सही नक़ल बना कर बनियते तबर्रुक मकान में रखना इसमें शरअन कोई हरज नहीं था कि तस्वीरे मकानात वग़ैराहा हर ग़ैर जानदार की बनाना, रखना सब जाइज़ और ऐसी चीज़ें कि मुअज़्ज़माने दीन की तरफ मनसूब हो कर अज़मत पैदा करें उनकी तमसाल बनियते तबर्रुक पास रखना क़ताअन जाइज़, जैसे सदहा साल से तब्क़तन फतब्क़तन अइम्मा-ए-दीन व उलमाए मोताक़ेदीन नालैन शरीफ़ैन हुज़ूर सैइदील कौनैन ﷺ के नक़्शे बनाते और उनके फवाईदे जलीला व मनाफा-ए-जज़ीला में मुस्तक़िल रिसाले तसनीफ फरमाते हैं जिसे इशबाह हो इमाम अल्लामा तलमसानी की किताब फतहुल मूतआल वग़ैरा मुताला करे, मगर जोहहाल बेखिरद इस असल जाइज़ को बिलकुल निस्त व नाबूद करके सदहा खुराफात वह तराशें कि शरीअते मुतहरा से अलअमाँ अलअमाँ की सदाएं आयें।

अव्वल तो नफ़से ताज़िया में रौज़ा मुबारक की नक़ल मलहूज़ ना रही, हर जगह नई तराश नई गढ़त जिसे इस नक़ल से कुछ अलाक़ा ना निस्बत, फिर किसी में परीयां, किसी में बुर्राक़ किसी में और बेहूदा तुम्तुराक़, फिर कूचा बकुचा व दश्त बदश्त, ईशाअते ग़म के लिए उनका गश्त और उनके गिर्द सीना ज़नी और मातम साज़िशी की शोर अफ़्गनी, कोई उन तस्वीरों को झुक झुक कर सलाम कर रहा है, कोई मश्ग़ूले तवाफ, कोई सजदा में गिरा है, कोई उन माए बिदआत को मआज़ल्लाह मआज़ल्लाह जलवागाहे हज़रते

इमाम आला जद्देहि व अलैहिस सलातु वस्सलाम समझ कर इस अबरक पनी से मुरादे मांगता मंतेन मानता है, हाजत रवां जानता है, फिर बाक़ी ताशे, बाजे, मर्दो औरतों का रातों को मेल और तरह तरह के बेहूदा खेल इन सब पर तुर्राह हैं। ग़रज़ अशरा मुहर्रमुल हराम कि अगली शरीअतों से इस शरीअते पाक तक निहायत बा बरकत व महल्ले इबादत ठहरा हुआ था, इन बेहूदा रस्मों ने जाहिलाना और फासिक़ाना मेलों का ज़माना कर दिया फिर वबाले इब्तेदाअ का वह जोश हुआ कि ख़ैरात को भी बतौर ख़ैरात ना रखा, रिया व तफ़ाखुर एलानिया होता है फिर वह भी यह नहीं कि सीधी तरह मोहताजों को दें बल्कि छतों पर बैठ कर फेंकेंगे, रोटियाँ ज़मीन पर गिर रही हैं रिज़्क़े इलाही की बेअदबी होती है पैसे रेत में गिर कर गाईब होते हैं, माल की ईज़ाअत हो रही है, मगर नाम तो हो गया कि फूलां साहब लंगर लूटा रहे हैं, अब बहारे के फूल खिले ताशे बाजे बजते चले, तरह तरह के खेलों की धूम, बाज़ारी औरतों का हर तरफ हुजूम, शहवानी मेलों की पूरी रुसूम, जशन यह कुछ और उसके साथ खेल वह कुछ कि गोया यह साखता तस्वीरें बेऐनिहा हज़ाराते शोहदा रिज़्वानूलाह अलैहिम के जनाज़े हैं, कुछ नूच उतार बाक़ी तोड़ ताड़ दफन कर दिये। यह हर साल ईज़ाअते माल के जुर्म व ओबाल जुदागाना रहे। अल्लाह तआला हज़ाराते शोहदा-ए-कर्बला रिज़्वानूलाह अलैहिम का हमारे भाइयों को नेकियों की तौफ़ीक़ बख़्शे और बुरी बातों से तौबा आता फरमाए, आमीन!

अब कि ताज़िया दारी इस तरीक़ा नामरज़िया का नाम है क़ताअन बिदअत व नजाइज़ व हराम है, हाँ अगर अहले इस्लाम जाइज़ तौर पर हज़ाराते शोहदा-ए-किराम अलैहिमुर रिज़्वान की अरवाहे तैइबा को इसाले सवाब की सआदत पर ईकतिसार करते तो किस क़दर ख़ूब व महबूब था और अगर नज़रे शौक़ व मोहब्बत में नक़्ले रौज़ा अनवर की हाजत थी तो इसी क़दर जाइज़ पर क़नाअत करते कि सही नक़ल बग़र्ज़े तबर्रुक व ज़ियारत अपने मकानों में रखते और ईशाअते ग़म व तसन्नुए अलम व नोहा ज़नी व मातम कनी व दीगर उमूरे शुनीआ व बिदआते क़तइया से बचते इस क़दर में भी कोई हरज नहीं था मगर अब इस नक़ल में भी अहले बिदअत से एक मुशाबिहत और ताज़िया दारी की तोहमत का ख़दशा और आईनदा अपनी औलाद या अहले एतेक़ाद के लिए इब्तिलाए बिदआत का अंदेशा है और हदीस में आया है: اتقوا مواضع التهمة.

और वारिद हुआ : من كان يومن بالله واليوم الاخر فلا يقفن نواقف التهم.

जो शख़्स अल्लाह तआला और आखिरत पर ईमान रखता है वह हरगिज़ तोहमत के मवाक़े में ना ठहरे ।

लिहाज़ा रौज़ा अक़्दस हुज़ूर सैईदुश शोहदा रज़ी अल्लाहु तआला अनहु की ऐसी तस्वीर भी ना बनाए बल्कि सिर्फ काग़ज़ के सही नक़्शे पर क़नाअत करे और उसे बक़स्दे तबर्रुक बे आमेज़ीशे मुनहियात अपने पास रखे जिस तरह हरमैन मोहतरमैन से काबा मोअज़्ज़मा और रौज़ा आलिया के नक़्शे आते हैं या दलाइलूल ख़ैरात शरीफ में क़ूबूर पुर नूर के के नक़्शे लिखे हैं ।

والسلام علی من اتبع الهدی، واللہ سبحانہ واعلم.

अब सुरते मसउला में हमारे इलाक़े का जो मुरव्वजा ताज़िया दारी है वह बहुत सारी ख़राबीयों, बुराइयों, बेहायाइयों और हज़ारों

गुनाहों का मजमोआ है, इसमें पैसे लगाना गुनाहों और अज़ाबों का ख़रीदना है । इसीलिए अल्लाह तआला का फरमान وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان के मुताबिक़ हराम हराम सख़्त हराम है । जितने गुनाह होंगे सब का वबाले अज़ीम ताज़िया बनाने वाले पर है الدال علی الفعل کفاعلہ ना ताज़िया बनाता ना इतने वबाल का हक़दार होता ।

मौलाये करीम अपने हबीब ﷺ के सदक़ा व तुफ़ैल क़ौमे मुस्लिम को बुराइयों से बचाए और शरीयते हक़ा के मुताबिक़ ज़िन्दगी गुज़ारने की तौफ़ीक़ अता फरमाए । आमीन बीजाही सैइदील मुर्सलीन ﷺ

هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی.

☆☆☆

मोहर्रम और ताज़िया

अर्ज़: ताज़िया दारी में लहव लएब समझ कर जाए तो कैसा है ?

इर्शाद: नहीं चाहिए, नजाइज़ काम में जिस तरह जान व माल से मदद करेगा यूंही सवाद बढ़ा कर भी मददगार होगा । नजाइज़ बात का तमाशा देखना भी नजाइज़ है । बन्दर नचाना हराम है उसका तमाशा देखना भी हराम है (दुर्रे मुख़्तार व हाशिया तहतावी) में ईन मसाइल की तश्रीह है आज कल लोग उनसे गाफ़िल हैं, मुत्तक़ी लोग जिनको शरीअत की एहतियात है ना वाक़िफ़ी से रीछ, बन्दर का तमाशा या मूरग़ों की पाली देखते हैं और नहीं जाते कि उस से गुनहगार होते हैं।

हदीस में इर्शाद है कि अगर कोई मजमा ख़ैर का हो और वह ना जाने पाया और ख़बर मिलने पर उसने अफसोस किया तो उतना ही सवाब मिलेगा जितना हाज़रीन को और अगर मजमा शर का हो, उसने अपने ना जानेपर अफसोस किया तो जो गुनाह उन हाज़रीन पर होगा वह उस पर भी होगा।

अर्ज़:मोहर्रम की मजालिस में जो मरसिया खानी वग़ैरा होती है सुनना चाहिए या नहीं ?

इर्शाद: मौलाना शाह अब्दुल अज़ीज़ साहब मोहद्दिस देहलवी की किताब जो अरबी में है वह या हसन मियाँ मरहूम मेरे भाई की किताब "आइनाए क़यामत" में सही रिवायात हैं उन्हें सुनना चाहिए । बाक़ी ग़लत रिवायात के पढ़ने से ना पढ़ना और ना सुनना बहुत बेहतर है ।

अर्ज़: और उन मजालिस में रिक़्क़त आना कैसा है ?

इर्शाद: रिक़्क़त आने में हरज नहीं । बाक़ी रफ़ज़ा (शीओं) की सी हालत बनाना जाइज़ नहीं कि من تشبہ بقوم فھو منھم (जो किसी क़ौम से मुशाबहत रखे वह उन्हीं में से है) नीज़ हक़ सुबहानोहु ने नेमतों के ऐलान को फरमाया और मुसीबत पर सब्र का हुक्म दिया । नबी ﷺ की विलादत १२ रबीउल अव्वल शरीफ यौमे दो शोम्बा को है और उसी में वफ़ात शरीफ है तो अइम्मा ने ख़ुशी व मुसर्रत का इज़हार किया । ग़म परवरी का हुक्म शरीअत नहीं देती। (इरफाने शरीअत भाग २ पेज ९१-९२)

मोहर्रमुल हराम में मरसिया खानी की मजलिस में शिरकत जाइज़ है या नहीं उसके जवाब में इर्शाद फरमाते हैं :

नाजाइज़ है की वह मनाही व मुंकरात (खिलाफ़े शर बातों) से ममलु (भरी हुई) होती है । واللہ تعالی اعلم (इरफाने शरीअत पेज १६)

मुहर्रम के कपड़े

अय्यामे मोहर्रम में यानी पहली मोहर्रम से बारहवीं तक तीन क़िस्म के रंग ना पहने जाएँ ।

1. सियाह (काला) की यह राफज़ियों का तरीक़ा है ।
2. और सब्ज़ (हरा) की मुब्तदेईन यानी ताज़िया दारों का तरीक़ा है ।
3. और सुर्ख़ (लाल) की यह ख़ारजियों का तरीक़ा है की वह मोआज़ल्लाह इज़हारे मोसर्रत के लिए सुर्ख़ पहनते हैं

(आला हज़रत क़िबला कुद्दिसा सिर्रहु)

(बहारे शरीअत भाग १५ पेज ५३)

(इदारा) ☆☆☆

रबीउन्नूर शरीफ, खुशियाँ और एहतियातें

मुहम्मद इज़हारून नबी हुसैनी

माहे रबीउल अव्वल वह महीना है जिसके आते ही मुसलमानाने आलम में ख़ूशी की लहर दौड़ पड़ती है और क्यूँ ना हो कि यही वह मुबारक महीना है जिसमें मुहबूबे रबिल आलमीन ﷺ की आमद हुई, यही वह बरकत वाला महीना है जिसमें बाइसे तख़लीक़े काइनात के ज़ाते पुर अनवार से जहान की तारीकियाँ दूर हुईं, यही वह महीना है जिसमें कौनैन के मालिक व मौला की आमद हुई, यही वह महीना है जिसमें उस अज़ीम हस्ती की तशरीफ आवरी हुई जिसके सदक़े दीन मिला, यही वह महीना है जिसमें उस अज़ीम शख़्सियत की जलवा बारी हुई जिसके तूफ़ैल ईमान की दौलत नसीब हुई, यही वह महीना है जिसमें इन्सानि शक्ल में वह नूरी नूरी ज़ात आई जिसकी वजह से बेदीनी व गुमराही के जंगलों में भटक रहे लोगों को हरेभरे सुनहरे और पुरसुकून बाग़ की सीधी राह की हिदायत मिली, यही वह महीना है जिसमें उस मज्म-ए-फ़ज़ाइल व कमालात का नुज़ूले इजलाल हुआ जिसकी नात ख़ानी मदह सराई और तारीफ व तौसीफ तमाम अम्बिया, अवलिया, यहाँ तक कि जानवर और पेड़ पौदे करते हैं, यही वह महीना है जिसमें उस हस्ती की जलवा नुमाई हुई जिसकी मोहब्बत रब तआला की मोहब्बत और जिससे दुश्मनी रब तआला से दुश्मनी क़रार पाई, यह हस्ती कोई और नहीं बल्कि हमारे और सारे आलम के सर्वर, महबूबे रब्बे अकबर, शाफ़े यौमे महशर, जनाबे मुहम्मद मुस्तफा ﷺ हैं।

ज़ाहिर है ऐसी बेनज़ीर ज़ाते सितूदा सिफ़ात की आमद आमद खुशियाँ ना मनाई जाए तो क्या किया जाए ? घरों, महल्लों, इलाक़ों, गलियों, शहरों, में चरागाँ ना किया जाए तो क्या किया जाए ? परचम कुशाई, झण्डा बरदारी और अलम फराज़ी ना की जाए तो क्या किया जाए ? उनकी याद में मजालिस व महाफिल और इजलास व कॉन्फ्रेंस का इनएक़ाद ना किया जाए तो क्या किया जाए ? जमात-दर-जमात जुलूस ना निकाला जाए तो क्या किया जाए ? यह सब किया जाए और सिर्फ किया ही ना जाए बल्कि धूम धाम से किया जाए, शान व शौकत से किया जाए, मुनज़्ज़म व मुत्तहिद होकर किया जाए लेकिन इनको करने में , अक़ीदतों को दिलों की दुनिया से बाहर की दुनिया में लाने में, इश्क़ व मोहब्बत के इज़हार में शरीअत को पेशे नज़र रखा जाए। अदब व एहतेराम का ज़रूर ख़याल रखा जाए, एहतियात का

दामन हाथ से जाने ना दिया जाए, बेढंगी तौर तरीक़े ना अपनाए जाएँ ताकि जहाँ हमारी मोहब्बत व अक़ीदत का इज़हार हो वहीं दुनिया को अमन व शांति का आदेश भी मिले, नबी करीम ﷺ की हिदायात व तालिमात की झलक मिले, उलफत व मोहब्बत का सबक़ मिले, उखूवत व भाईचारगी का दरस मिले और दीने इस्लाम की हक़्क़ानियत सबको मालूम हो। इसी लिए इस मुबारक महीने में अपनी खुशियों, मोहब्बतों और अक़ीदतों का क्या तरीक़ा होना चाहिए, उसमें क्या एहतियातें करनी चाहिए और आज हमारे उन तरीकों में क्या ख़राबियाँ होने लगी हैं, उनको लिखने की कोशिश की जारही है।

झण्डे और एहतियातें :

माहे रबीउन नूर में आशिक़ाने रसूल ﷺ अपने मकानों, दुकानों, महल्लों और गली कूचों में झण्डे लगाते और सजाते हैं। बेशक ऐसा करना जाइज़ और सवाब का काम और अपने इश्क़ के इज़हार का बेहतरीन ज़रिया है। प्यारे आक़ा मदीने वाले मुस्तफा ﷺ के यौमे विलादत की ख़ुशी में झण्डे और परचम नसब करना हज़रते जिबराइल अलैहिस्सलाम की सुन्नत भी है कि आप अलैहिस्सलाम ने हुज़ूरे पाक साहिबे लौलाक ﷺ की विलादत बासआदत के मौक़ा पर तीन झण्डे नसब किए। एक पूरब में, दूसरा पश्चिम में और तीसरा काबे की छत पर (अल ख़साईसुल कुबरा भाग १ पेज २८)

रूहुल आमीं ने गाड़ा काबे की छत पे झण्डा
ता अर्श है फरेरा सुबहे शबे विलादत

अलबत्ता इस मुबारक काम में हमारी जानिब से कुछ बेएहतियातियाँ होती हैं जिनकी जानिब ध्यान देने की ज़रूरत है। वह यह है कि हम ईद मिलाद की ख़ुशी में घरों वग़ैरा में मुख़्तलिफ़ क़िसम की उम्दा से उम्दा झंडियाँ लगाते हैं, उनमें बहुत सारे झंडियों में हरमैन तैईबैन का नक़्शा, किसी में गौस व ख़ाजा और रज़ा के मज़ारात की तस्वीरें तो किसीमें कलिमाते तैइबात और किसीमें दुआएँ वग़ैरा लिखे होते हैं। कभी कभी यह झंडियाँ निकल कर कहीं गिरते और हमारे पैर के नीचे आजाते हैं जिससे ऐसे मुक़द्दस मक़ामात की अनजाने में बेहूरमती हो जाती है हालाँकि शरीअत में मुक़द्दस मक़ामात और तहरीरात की ताज़ीम करने का आदेश है जैसा कि सदरूश शरिया मुफ़्ती अमजद अली आज़मी अलैहिर्रहमा अपनी किताब बहारे शरीअत में लिखते हैं :

बिछौने या मुसल्ले पर कुछ लिखा हुआ होतो उसको इस्तेमाल करना नाजाइज़ है। यह इबारत उसकी बनावट में काढ़ी गई हो या रोशनाई से लिखी हो अगरचे हुरूफ़े मुफ़रदा (अलग अलग अक्षर) लिखे क्यूँ ना हो क्यूंकि हुरूफ़े मुफ़रदा का भी एहतेराम है। अक्सर दस्तरख़ान पर इबारत लिखी होती है ऐसे दस्तरख़ानों को इस्तेमाल में लाना, उनपर खाना खाना ना चाहिए। बाज़ (कुछ) लोगों के तकियों पर अशआर लिखे होते हैं, उनका भी इस्तेमाल ना किया जाए। (बहारे शारीअत भाग १६ पेज ४२०)

बहारे शरीअत के शब्दों से पता चलता है के हुरूफ़े मुफ़रदा यानी अलग अलग अक्षरों का भी एहतेराम है इस लिए मुनासिब और बेहतर है कि ऐसे परचम

और झण्डे लगाए जाएँ जिनमें मुक़द्दस मक़ामात छपे नाहों या कोई अक्षर लिखे नाहों ताकि अगर यह गिर जाएँ तो इतनी बड़ी बेहूरमती का दाग़ हमारे पाऊँ में ना लगे।

चरागाँ और एहतियातें :

इस मुबारक महीने में अपने महल्लों, अलाक़ों ख़ास कर घरों को चरागाँ करना, कुम्कुमो से जगमगाना, हर तरफ रौशनी करना बहुत बड़ी सआदत है जो सिर्फ आशिक़ाने रसूल का ही हिस्सा है वरना तो जिनके घरों में इश्क़े रसूल का कभी एक दरस तक न हुआ हो बल्कि गुस्ताख़ाने रसूल की गूलामी का पट्टा जिनके गलों में हो ऐसों के दिल तो ग़ैज़ में जलते और भूनते बल्कि कबाब बनते हैं और हक़ीक़त तो यह है कि आमदे सरकार ﷺ की ख़ुशियाँ ना मनाना शैतान का काम है।

निसार तेरी चहल पहल पर हज़ारों ईदें रबीउल अव्वल
सिवाए इबलीस के जहाँ में सभी तो ख़ुशियाँ मना रहे हैं

ज़है नसीब कि ईद मीलाद की ख़ुशी मनाने की बरकत से जहाँ काफिरों को भी फायदा पहुंचा वहीं काश इस चरागाँ और ईद के एहतेमाम की बरकत से हम गुनहगारों के घरों और सियाह दिलों को प्यारे प्यारे आक़ा मदीने वाले मुस्तफा ﷺ अपने ज़ियाबार नूरानी उजूद से रौशन व मुनव्वर फरमादें। शाएर क्या ख़ूब फरमाते हैं।

सुना है आप हर आशिक़ के घर तशरीफ लाते हैं
मेरे घर में भी हो जाए चरागाँ या रसूलल्लाह

लेकिन आज हमारे इश्क़ के इस इज़हारिए में भी ख़राबियों ने राह पा ली है यही वजह है जब हम अपने महल्लों को कुम्कुमों से जगमगाते हैं तो बिजली की चोरी और उसके बेजा इस्तेमाल का वाक़िआ सामने आता है जो यक़ीनन शरीअत में भी नजाइज़ है और देश के कानून के भी खिलाफ।

इस लिए तमाम आशिक़ाने रसूल को चाहिए कि हम अपना ऐसा किरदार और गुफ्तार पेश करें जिससे इस्लाम की सही तलीमात लोगों तक पहुंचे, ऐसा ना हो कि हमारे इस ग़ैर शरई काम को लोग देख कर इस्लाम, पैग़म्बरे इस्लाम और उसकी तालीमात निराश हों।

तक़रीर और एहतियातें :

आशिक़ाने रसूल सीरते रसूल और तालीमाते रसूल जानने के लिए और उनका पैग़ाम दुनिया वालों तक आम करने के लिए महाफ़िले मीलाद करते हैं। यह ऐसा काम है जिसके बारे में बहुतसी किताबें लिखी गई हैं। हुज़ूरे पाक साहिबे लौलाक ﷺ तो ऐसी नेमत हैं जिन पर ख़ुशी मनाने और जिनका चर्चा करने का ख़ुद रब्बे काइनात ने हुक्म फरमाया है। आप ﷺ का यौमे विलादत पर ख़ुशी मनाना भी असल में उस नेमत पर ख़ुशी मनाना और चर्चा करना है। इसी लिए मुसलमान पूरे साल खास कर रबीउल अव्वल शरीफ में मीलाद करते और उसमें हिस्सा लेते हैं।

इन महाफ़िले मीलाद के बारे में एक बात कहने की हिम्मत करता हूँ कि इन महाफिल से जो फाईदे और लाभ होते थे आज वह नहीं हो रहे हैं। इसका असल कारण यह है कि हमारी आवाम का मिज़ाज बिकुल बदल चुका है और संजीदा के बजाए जोशीली तक़रीर सुनने की आदत पड़ चुकी है। जिसके लिए वह खूब

चीख़ने चिल्लाने वाले मुक़र्रिर को बुलाते हैं, चाहे उनकी इल्मी हैसियत या इल्मी मक़ाम जोभी हो। और वह लोग भी कभी कभी आवाम को ख़ुश करने के लिए ऐसी बातें बयान कर जाते हैं जो मोतबर किताबों में नहीं मिलतीं और जाने अंजाने में मौज़ू रिवायतें और गढ़ी हुयी बातें बोल जाते हैं।

इस लिए ज़रूरत इस बात की है कि हम और आप सभी प्यारे आक़ा ﷺ की सीरत व फ़ज़ाइल को जानने के लिए मोतमद और सुन्नी आलिमों की किताबों को पढ़ें और उन्हीं किताबों से तक़रीर और बयान को तैयार करें जैसे सहाहे सित्ता और हदीस की दूसरी मशहूर किताबों का मुताला किया जाए तो उनसे भी अच्छा खासा मवाद और बातें जमा की जासकती हैं। इनके अलावा सीरत के विषय पर अरबी में अल्लामा इबने इसहाक़, अल्लामा इबने कसीर और अल्लामा इबने हिशाम की किताब "السيرة النبويه", क़ाज़ी अयाज़ की किताब "الشفا", अल्लामा बग़वी की किताब "الانوار فی شمائل النبی المختار" अल्लामा क़स्तलानी की "المواهب اللدنيه", अल्लामा सुयूती की "الخصائص الكبرى" और "حسن المقصد فی عمل المولد", ज़र्क़ानी की "زرقانی علی المواهب", अल्लामा नबहानी की "جواهر البحار", अल्लामा इबने जौज़ी की "مولد العروس", मुहद्दीसे देहलवी की फारसी "مدارج النبوة", और अल्लामा मुहम्मद इबने अलवी मालिकी हसनी की "حول الاحتفال بالمولد النبوی شریف" आदि का मुताला किया जा सकता है। अगर उर्दू में चाहिए जिससे आसानी से फायदा उठाया जा सके तो इसके लिए पीर करम शाह अज़हरी की किताब "ज़ियाउन नबी", अल्लामा नूर बख़्श तवक्कुली की किताब "सिरते रसूले अरबी", अल्लामा अब्दुल मुस्तफा आज़मी अलैहिमुर्रहमा की किताब "सिरते मुस्तफा" आदि का मुताला किया जा सकता है।

महाफ़िले नात और एहतियात:

नाते नबी ﷺ पढ़ना हज़रते हस्सान رضی اللہ عنہ की सुन्नत और पढ़ाना हुज़ूर रहमतुल लील आलमीन ﷺ की सुन्नत है। वाक़िया-ए-हिजरत में नातें पढ़ने का सुबूत मिलता है कि आमदे सरकार की ख़ुशी में मदीने की बच्चियाँ नाते मुस्तफा ﷺ पढ़ रही थीं। हम गूलामाने मुस्तफा ﷺ का भी यह फर्ज़ बनता है कि अपने घरों, महल्लों, इलाकों में नाते नबी की महफिलें सजाएँ ख़ुद भी पढ़ें सुनें और अपने बच्चों को भी नात की तरगीब दिलाएँ ताकि हमारी आने वाली नस्लों में इश्क़े रसूल में तड़पने का जज़्बा पैदा हो, उनके दिलों में इश्क़े नबी का शम्मा रौशन हो और उनकी ज़बानें ज़िकरे ख़ुदा और नाते मुस्तफा में तर रहें।

मेरी आने वाली नस्लें तेरे इश्क़ ही में मचलें
उन्हें नेक तुम बनाना मदनी मदीने वाले

खास कर इस फ़ितना व फसाद के दौर में कि क़दम क़दम पर गुनाह हमारा स्वागत करता नज़र आता है और दिन रात घरों में फिल्में डरामे, नाच गाने बाजे जैसे शैतानी काम के दृशय सामने आते रहते हैं। माज़ीद इसका भी ख़ास ख़याल रखें कि देर रात तक डीजे इत्यादि पर नातें और बयानात व तक़ारीर ना बजाए जाएँ और आम सड़क पर भी महाफ़िले मीलाद, महाफ़िले नात व तक़ारीर के परोग्राम ना किया जाए कि आम आदमी

के अधिकारों के हनन होने का पूरा डर है, जिकि दीने इस्लाम में कोई अनुमति नहीं है। जैसा कि आला हज़रत इमामे अहले सुन्नत फतावा रिज़्विया शरीफ में फरमाते हैं : दूसरा अमर (काम) नजाइज़ उस मजलिस में यह था कि आम सड़क पर ख़ुसूसन बाज़ार में जहाँ आमद व रफ़त (आने जाने) की ज़ियादा कसरत रहती है फर्श करके किताब पढ़ना कि यह हुक़ूके आमा (आम लोगों के अधिकार) में दस्त अंदाजी (दखल) हुई, शरीअत में तो इसी लिहाज़ से रास्ता में नमाज़ पढ़नी भी मकरूह हुई ना कि बाज़ार की सड़क पर मजलिस।

दुर्रे मुख़्तार व रदुल मोहतार में है:

تکرہ الصلاۃ فی طریق لان فیه شغله بما لیس له لانها حق العامة للمرور.اھ مختصرا.

रास्ते में नमाज़ पढ़ना मकरूह है क्यूंकि रास्ता इस काम के लिए नहीं लिहाज़ा इस काम का करना लोगों के गुज़रने के हक़ को मूतअस्सिर करना है। (फ़तावा रिज़्विया, किताबुल हज़रे वल इबाहा भाग २३ पेज १७७)

इस बात से इस्लाम मे आम अधिकारों के महत्व का अनुमान लगाया जा सकता है। यहाँ इस बात का ज़िक्र भी ज़रूरी समझता हूँ जिसकी तरफ मुफ़्ती अहमद यार ख़ान नईमी अलैहिर्रहमा ने तवाज्जु दिलाई कि "जब काफिर अबू लहब को हुज़ूर ﷺ की पैदाइश की ख़ुशी का कुछ ना कुछ फायदा मिल गया तो मुसलमान उनकी ख़ुशी मनाए तो ज़रूर सवाब पाएगा। लेकिन यह ख़याल रहे कि जवान औरतों का इस तरह नातें पढ़ना कि उनकी आवाज़ ग़ैर मर्दों को पहुंचे हराम है क्यूंकि औरत की आवाज़ का ग़ैर मर्दों से पर्दा है (इस्लामी ज़िंदगी पेज ७६)

चंदा और एहतियातें:

मीलद के महीना में महाफ़िले मीलाद के इनएक़ाद, महलों और इलाक़ों की सजावट, रौशन व चरागाँ, नज़र व नियाज़ मीलाद और जलसे जैसे नेक और बड़े काम किए जाते हैं और ज़ाहिर है कि ऐसे काम यून्ही नहीं हो जाते बल्कि रूपिये की ज़रूरत होती है जिसके लिए कुछ जगहों पर चंदे का सहारा लिया जाता है।

यक़ीनन नेक काम के लिए चंदा लेना और देना सवाब का काम है बल्कि नबी ﷺ की सुन्नत भी है जैसा कि जैशे उसरत की तैयारी का येतिहास जानने वालों से छुपा नहीं है। लेकिन आज हमारे समाज में चंदे के संबंधित अजीब अजीब ख़यालात सुनने में आते हैं और सच्च पूछिए तो इसका कारण हमारी बेएहतियाती है, क्यूंकि आज चंदा करने वालों को चंदा उसूली के अहकाम का इल्म नहीं होता जिसकी वजह से अक्सर वह शरीअत की पकड़ में आजाते हैं और समाज में मौजूद फ़ितना बाज़ों को मौक़ा ग़नीमत हाथ आजाता है जिससे अपने नफस की तस्कीन का लम्हा नहीं छोड़ते और उनकी इज्ज़त सरे बाज़ार दाग़दार करने लगते हैं।

कुछ इलाक़ों में यह भी देखा जाता है कि चंदा उसूल करने वाले ऐसे लोगों से भी जिनकी माली हालत कमज़ोर होती है और ज़ियादा देने की ताक़त नहीं होती लेकिन उन्हें उनकी ताक़त ज़ियादा देने पर मजबूर करते हैं और ना देने की सूरत में तानाबाज़ी करते हैं और कभी कभी मारने

पीटने की धमकियाँ देने से भी नहीं चूकते, जिससे बचना लाज़िम व ज़रूरी है।

जुलूसे मीलाद और एहतियातें :

हम आशिक़ों का ईद मीलादून नबी मनाने का एक तरीक़ा यह भी है कि जुलूस निकालते हैं जिसमें हमद व नात, नाराए तकबीर व रिसालत और मरहबा मरहबा की सदाएं बुलंद करते हैं, समय-समय पर उम्मते मूसलीमा की ख़ैरख़ाही व भलाई और बलावों व मुसीबतों को दूर करने की दुआएं की जाती हैं जो यक़ीनन जाइज़ और मुबाह है। इन जुलूसुन का क्या फायदा है, आइये हकीमुल उम्मत मुफ़्ती अहमद यार ख़ान अलैहिर्रहमा के मुख़तसर मगर जामे शब्दों में पढ़ने की सआदत हासिल करते हैं, तहरीर फरमाते हैं

"इसी तरह रबीउल अव्वल में जुलूस निकालना बहुत मुबारक काम है जब हुज़ूर ﷺ मदीना मुनव्वारा में हिजरत करके तशरीफ लाए तो मदीना पाक के जवान व बच्चे वहाँ के बाज़ारों कूचों और गलियों में या रसूलल्लाह ﷺ के नारे लगाते फिरते थे और जुलूस निकाले गए थे। (सही मुस्लिम हदीस न. २००९ पेज ६०८) और उस जुलूस के जरिये से वह कुफ़्फ़ार और दूसरी क़ौमें भी हुज़ूर ﷺ के मुबारक हालात सुन लेंगे। जो इस्लामी जलसों में नहीं आते, उनके दिलों में इस्लाम की हैबत और बानीए इस्लाम ﷺ की इज़्ज़त पैदा होगी। (इस्लामी ज़िंदगी पेज ७६)"

लेकिन आज हमारे जुलूसों में जो अंदाज़ दर आयें हैं वह एक सलीमूल क़ल्ब को पसंद नहीं आ सकता। वह यह कि आज जुलूसों में नाते नबी ﷺ सुनकर झूमने के बजाए इस तरह उछल्ते कूदते हैं जैसे किसी डान्स कलब में नाच हुआ करता है। बाज़ जगहों पर तो जुलूस के साथ औरतें भी हुआ करती है जो यक़ीनन दुरुस्त नहीं। हकीमुल उम्मत अलैहिर्रहमा फरमाते हैं : *"मगर जुलूस के आगे बाजा वग़ैरा का होना या साथ औरतों का जाना हराम है"* (ऐज़न)

हमारी इसी क़िस्म की हरकतों की बिना पर बद ताबीअत, मफाद परस्त और बेदीनों ने दुनिया के सामने मसलके हक़ (मसलके आला हज़रत) की ग़लत छवि पेश करने की घिनोना कोशिश शुरू करदी जिसके सबूत के लिए नेट पर www.razakhani.org ब्रावूज करके देखा जा सकता है कि ख़बीसों ने किस किस अंदाज़ में भोले भाले मुसलमानों को अहले सुन्नत (मसलके आला हज़रत) से बहकाने की कोशिश की है।

इसी तरह जुलूस में शरीक होने वाले की ख़ैर ख़ाही की नेक नियत के साथ जगह जगह खाने पीने की चीज़ों का इंतेज़ाम किया जाता है जो कि चिलचिलाती धूप में आशिक़ाने रसूल की भूक प्यास की शिद्दत मिटा कर सवाब कमाने का बेहतरीन ज़रीया है। लेकिन इस में यह ख़राबी चोर दरवाज़े से अन्दर आगई कि उन खाने और पीने की चीज़ों को छोटी छोटी पैकेटों में रख कर लूटाया जाता है जो हाथों में आया तो ठीक वर्ण सड़क पर पैकेटें गिरती हैं और जुलूस में शरीक लोगों के पैर से अनजाने में रौंदी जाती हैं और रिज़्क़े ख़ुदा की हुर्मत पामाल होती है। जुलूस में खूबसूरत बैनरों से सजी गाड़ीयाँ भी होती हैं जिनमें मक़ामाते मुक़द्दसा, गुम्बद व मीनार, कालिमाते

मुक़द्दसा और कालिमाते इस्तेक़्बालिया आदि छपे होते हैं मगर हम से कभी कभी यह बेएहतियाती होती है कि गाड़ी पर खड़े या बैठे होने की हालत में हमारे पाऊँ उनपर पड़ते हैं जिनसे अनजाने में उनकी बेहूरमती होती है और ग़ैरों को बहकाने का मौक़ा मिलता है।

मौक़ा ग़नीमत जान कर मैं भी एक सलाह देना चाहता हूँ कि जहाँ खाने पीने की चीज़ों पर इतने पैसे ख़रच करते हैं वहीं हमें चाहिए कि इस मौक़ा पर नबी करीम ﷺ के फ़ज़ाइल व ख़साइल और कमालात और तालीमाते इस्लाम पर मुश्तमिल मुस्तनद और मोअतबर उलमाए अहले सुन्नत खास कर आला हज़रत अलैहिर्रहमा की किताबें, बूकलेट, रिसाले और दूसरे पम्फ़लेट को अलग अलग भाषा में खूबसूरत निकाल कर या खरीद कर बांटें। यक़ीनन यह एक सदक़ा जारिया और सवाबे जारिया का काम होगा। हालांकि इस जानिब मेरी मालूमात की हद तक कई तनज़ीमें और तहरीकें और एकेडेमी मसलन दावते इस्लामी, सुन्नी दावते इस्लामी, तहरीके पैग़ामे इस्लाम, रज़ा एकेडेमी, नूरी मिशन मालेगाऊँ, वग़ैरा कई सालों पहले पेश क़दमी कर चुकी है फिरभी ख़ुदा करे कि ऐसा नेक और देरपा काम तमाम जुलूसे मीलाद में होने लगे।

दौराने जुलूस नमाज़ और एहतियातें :

हमारे जुलूस कुछ जगहों पर सुबह से, कुछ जगहों पर ज़ोहर से पहले और कुछ जगहों पर ज़ोहर के बाद निकलते हैं और नाराए तकबीर व रिसालत और मसहूर कुन नाते नबी ﷺ में मसत मुखतलिफ़ गली कूचों और महल्लों की सैर करते हुए अपनी निर्धारित स्थान पर पहुँचते हैं। जुलूस की शुरुआत और अंत के बीच नमाजों का समय भी आता है। उस वक़्त हमसे यह बेएहतियाती बल्कि गुनाह होजाता है कि नमाज़ की तरफ हमारा ध्यान नहीं जा पाता और हमारी एक दो वक़्त की नमाज़ छूट जाती है। फिर जब इस तरफ ध्यान दिलाया जाता है तो यह कह कर अपना दामन झाड़ लिया जाता है कि

नमाजें क़ज़ा हों तो फिरसे अदा हों
मोहब्बत क़ज़ा हो तो कैसे अदा हो

आश्चर्य तो उस समय होता है जब इस तरह के उत्तर जुलूस के प्रमुखों और सरबराहों की तरफ से सुनने को मिलते हैं। मज़ीद यह भी कहा जाता है कि हम ने किसी को नमाज़ पढ़ने से नहीं रोका, वक़्त होजता है तो आप जा कर पढ़ लिया करें आप को किसने रोका है।

ऐसे हज़रात की बारगाह में बड़े ही अदब के साथ यह कहने की जसारत करता हूँ कि, हुज़ूर! जब जुलूस के सरबराहान और क़ाइदीन ही नमाज़ नहीं पढ़ेंगे तो यह उम्मीद कैसे की जा सकती है कि उनकी इक्तिदा और पैरवी करने वाले नमाज़ पढ़ेंगे। फिर यह बताया जाए कि क्या मुहब्बत का यही तक़ाज़ा कि महबूब की नाफरमानी की जाए? महबूब के सुकून का समान ना किया जाए? महबूब की अदाओं को अदा ना किया जाए? महबूब के प्यारे प्यारे हुलिये को छोड़ कर दुश्मनाने महबूब की फिरंगी फैशनों को अपनाया जाए? और क्या जाइज़ व मुबाह और मुस्तहब काम के लिए फराइज़ व वाजिबात का छोड़ना सही है? ☆☆☆

THE SUNNI PAIGHAM

Quarterly

Nizd Jamia Hanafia Barkatia, Janki Nagar, Janakpur Dham, Nepal - Mobile:+9779807666741

آل نیپال سنی جمعیۃ العلما

ایک تعارف

ملک نیپال میں اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت، ترقی اور تحفظ وبقا کے لیے تمام علمائے اہل سنت نے ۵/ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ میں ایک متحرک وفعال پلیٹ فارم تشکیل دیا، جس کا نام **"آل نیپال سنی جمعیۃ العلما"** تجویز ہوا۔ تمام علمائے اہل سنت نے اس جمعیۃ کے سایے تلے علمی وعملی نمایاں کارنامے انجام دیے۔ مسلمانان نیپال کے تمام تر فقہی وعائلی مسائل کے حل کے لیے اسی جمعیۃ کے زیر اہتمام **"آل نیپال سنی دار القضا"** اور **"مرکزی رویت ہلال کمیٹی"** کا قیام عمل میں آیا اور الحمد للہ تادم تحریر علماو مفتیان کرام مسلمانوں کے فقہی وعائلی مسائل کو بحسن وخوبی حل کرنے کی مخلصانہ کوشش فرما رہے ہیں۔

اللہ کے فضل واحسان سے **"آل نیپال سنی جمعیۃ العلما"** روز اول سے ہی اپنی کامیاب خدمات پیش کر رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقہ وطفیل مذکورہ جمعیۃ کو خدمت دین کی خوب خوب توفیق عطا فرمائے اور روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔